ترجمہ

سُکھ منی صاحب

اُردو منظوم

بسمل دھلوی

پہلا ایڈیشن	۱۹۳۸ء	لاہور
دوسرا ایڈیشن	۱۹۴۱ء	لکھنو
تیسرا ایڈیشن	۱۹۵۳ء	جالندھر
چوتھا ایڈیشن	۱۹۵۷ء	دہلی

بدل ایجاب

اڑھائی روپے

حرفِ اوّل

یہ ترجمہ اُردو نظم میں شاید سب سے پہلا ترجمہ ہے جسے ادبی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ اس ترجمہ کے محرک سر سُندر سنگھ مجیٹھیہ تھے اور اس تحریک کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ان کے بڑے بھائی سردار اُمراؤ سنگھ پیرس کی کسی لائبریری سے فارسی زبان کا منظوم قلمی نسخہ لائے تھے۔ وہ نسخہ دیوان نانک شاہؒ کے عنوان سے خالصہ کالج امرتسر کے اہتمام میں شایع ہوا تھا۔ اُس کی ایک جلد میرے پاس بھی پہنچائی گئی تھی۔ اس وقت تک میرا تعارف سکھ دھرم سے تعلق رکھنے والی چند تالیفات کے پیشِ نظر کچھ سکھ معززین سے ہو چکا تھا۔

سر سُندر سنگھ چیف خالصہ دیوان کے آنریری سکرٹیری تھے۔ اُن کے توسّل سے دیوان نے "روحِ مقدس" کی دو سو جلدیں خرید کی تھیں۔ روحِ مقدّس

گورو تیغ بہادر صاحب تک کے مختصر حالات منظوم کا آئینہ ہے۔ جسے ۱۹۳۰ء میں ننکانہ صاحب گوردوارہ کمیٹی نے طبع کرایا تھا۔ سر سندر سنگھ نے ایک مرتبہ مجھے امرتسر میں ملاقات کی دعوت دی اور کہا کہ سکھ منی کا اُردو نظم میں جامع اور سلیس ترجمہ کیا جائے تاکہ پنجابی زبان نہ جاننے والے اُردو داں طبقہ تک یہ کلام حقانی پہنچ سکے اور یہی سبب تھا کہ اصل کو شامل ترجمہ نہیں کیا گیا۔ بھائی کاہن سنگھ مرحوم اور بھائی ویر سنگھ جیسے پنجابی ادب کے اساتذہ نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ محض ترجمہ شایع کیا جائے۔

یہ ترجمہ آزاد ترجمہ ہے۔ لفظ بہ لفظ اور سطر بہ سطر نہیں۔ مقاصد و مقامات کے اعتبار سے اصل کے بالکل مُطابق ہے۔ مگر کامل پابندی کے ساتھ نہیں۔ یوں کہ شعریت کے حُسن کو اور نظم کے آئین کو بھی ملحوظ رکھنا تھا۔ اس ترجمہ کا اثر معمولی اُردو جاننے والوں پر زیادہ نہیں ہوگا۔ ہاں! اہلِ زبان اور ادب دوست ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

اسے عام طبقہ نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور مذہبی امتیازات کے

قطع نظر مقبولِ خاطر ہوا ہے مگر عام مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کی وجہ فارسی و عربی الفاظ کی کثرت اور مشکل تراکیب کی آمیزش تھی۔ اب زمانے کی رفتار بدل چکی ہے اور دشوار پسندی کی جگہ سادگی نے لے لی ہے۔ گورے مکھڑے پر ایک تِل ہو تو حُسن ہے ورنہ عیب۔ لہٰذا اس ایڈیشن میں جہاں تک ممکن ہو سکا ہے دشوار ترکیبوں اور دقیق لفظوں سے گریز کیا ہے۔

اب تک اس ترجمہ کی پسندیدگی کا اعتراف جن کرمفرماؤں نے تقاریظ کی صورت میں کیا ہے اُن کا دل سے شکر گذار ہوں اور ان مہربانوں کا بھی ممنون ہوں جن کا تعاون مختلف ناسا عدتوں کو دُور کرنے میں کسی حد تک کارگر ثابت ہوا ہے۔

بسمل

گورو ارجن دیو

سُکھ منی کے مُصنف گورو ارجن دیو نے یہ معرفت افروز کلام بمقام رام سر ایک بیری کے درخت کے سایہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے ہر لفظ میں خورشید حقانیت کی ایسی تابندگی نمایاں ہے جس سے پندار و ہوس کی تاریکیاں فنا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ اس کلام میں نہ دقیق نظریات کی پیچیدگی ہے نہ بعید عقل فلسفہ کی گُتھیاں ہیں۔ یہ سمجھیے کہ مسافر کو منزلِ مقصود پر پہنچنے کا صاف اور سیدھا راستہ بتا دیا گیا ہے، جس کے ہر قدم پر پھول بچھے ہوئے ہیں اور مشعلیں جلی ہوئی ہیں۔

گورو صاحب ممدوح اس گدّی کے پانچویں وارث ہوئے ہیں۔ آپ کی پیدائش منگلوار کو آدھی رات کے قریب سمت ۱۰۳۰ بکرمی میں ہوئی تھی۔ اس

وقت شہنشاہ اکبر کا عہد حکومت تھا۔ آپ کے چچا گورو رام داس تھے اور ماتا بی بی بھانی تھیں۔

آپ کی ۲ دو شادیاں ہوئی ہیں پہلی شادی سمت ۱۶۴۲ بکرمی میں چندن داس کھتری کی بیٹی رام دیوی سے اور دوسری شادی سمت ۱۶۴۶ بکرمی میں کرشن چندر کھتری کی بیٹی گنگا دیوی سے۔ آخرالذکر کے بطن سے گورو ہرگوبند کا جنم ہوا تھا۔

گوروصاحب ۴۳ سال کی قلیل عمر پاکر سمت ۱۶۷۳ بکرمی میں بمقام لاہور جاں بحق ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنا جسم مبارک دریائے راوی کی نذر کر دیا تھا۔

ایک غیور انسان ہر جانکاہ مصیبت اور ہر دل آزار صدمہ خوشی سے برداشت کرسکتا ہے اور برہنہ شمشیروں کے سایہ میں مسکرا سکتا ہے لیکن اپنے دھرم کے خلاف کوئی حملہ برداشت نہیں کرسکتا۔ یوں تو آپ کے بڑے بھائی پرتھی چند ہمیشہ آپ کے حریف رہے۔ مفسد و معاند مسلمانوں سے مل کر طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے۔ آپکے نونہال ہرگوبند کے ڈسنے کو زہریلا سانپ چھوڑ دیا گیا اور ایک ظالم دایا کے ذریعہ

زہر دینے کی تجویز عمل میں لائی گئی لیکن چندو لال دیوان لاہور نے آپ کو جن ہلاک و روح فرسا طریقوں سے ستایا ان کی نظیر تاریخ عالم میں مشکل سے ملے گی۔

آپ کی شہادت اور صبر و ضبط کی طاقت دنیا میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔ ذیل کی نظم ان ہی حقائق کی آئینہ دار ہے۔ یہ نظم میری ایک تصنیف "روح مقدس" سے لی گئی ہے۔

آپ ہی نے گورو گرنتھ صاحب کو ترتیب دیا ہے اور بھبکتے ہوئے ریت اور کھولتے ہوئے پانی کو ہنستے ہنستے جسم پر ڈلوایا ہے۔ آپ کا ہر قدم اور ہر نفس اربابِ بصیرت کے لئے نشاطِ ابدی کا پیام اور طالبانِ نجات کے لئے ہدایت کا چراغ رہے گا۔

بے نظیر شہادت

اس نظم پر ۱۹۳۰ء میں گوردوارہ پنجہ صاحب کی جانب سے اور لاہور کے ایک گوردوارے کی جانب سے 'سرد پا' عنایت ہوا تھا۔

کس طرح قصۂ جانسوز سنائے کوئی — کس طرح آگ کے دریا میں نہائے کوئی

میں تو اظہارِ ستم کے لئے تیار نہ تھا — میرے ہونٹوں پہ کبھی شکوۂ آزار نہ تھا

ضبط سے بابِ توکل کی نگہبانی تھی — لبِ خاموش پہ اِک مہرِ سلیمانی تھی

دعوتِ غم کے لئے لختِ جگر رکھتا تھا — اپنے مہمان کی ہر وقت خبر رکھتا تھا

گریہ ریزی پہ نہ آنکھوں کو کبھی وقف کیا — شدتِ کرب پہ دل کو نہ کبھی صرف کیا

لیکن اب حالتِ دل ضبط کے قابل نہ رہی
وہ میں رہرو نہ رہا وہ مری منزل نہ رہی

جام جب بھرتا ہے منہ تک تو چھلک جاتا ہے — انتہا کرتا ہے میکش تو بہک جاتا ہے
انتہائے غمِ دل موجبِ رسوائی ہے — فرطِ اندوہ فناکارِ شکیبائی ہے
جان لے لیتا ہے دردِ دلِ محزوں بڑھ کر — خاک میں لوٹتے ہیں گیسوئے شبگوں بڑھ کر

پھر بھی اظہارِ حقیقت جو خطا ہے میری — جادہ پیمائی حسرت جو خطا ہے میری
میں خطاوار ہی اچھا ہوں خطا کرنے دو — ظلم بیجا کا کھلے بندوں گلا کرنے دو

وہ ستمگر، وہ ستم کیش وہ چندو دیوآن — اور اُس خود سر و خود بیں کا وہ مہلک فرمان
اُس ریاکار نے کیا کیا نہ غم و رنج دیئے — کونسا قہر نہ ٹوٹا گورو ارجن کے لئے
سیکڑوں بار انھیں کشتۂ آزار کیا — جو نہ کرنا تھا وہ غدار نے سو بار کیا
چار وقتوں میں کہیں کھانا ملا کرتا تھا — روز تو ظلم کا پیمانہ بھرا کرتا تھا
کچھ جو ملتا تھا تو کتّوں کی طرح ملتا تھا — پھول کھلتا تھا تو جنگل میں کبھی کھلتا تھا
جسم پر جلتے ہوئے ریت کا ڈالا جانا — اور شمشیر کا ہر وقت سنبھالا جانا
کس طرح ناصیۂ دہر سے مٹ سکتا ہے — آج تک سینوں میں وہ زخمِ جگر پکتا ہے

الغرض، روز نیا ظلم کیا کرتا تھا
دھرم سے گرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا

آپ پر کوئی ستم جب نہ گرانبار ہوا
ایک دن آپ سے یوں اُس سیہ باطن نے کہا

اپنی ضد چھوڑ دو تم اور مرے کہنے میں چلو
گائے کی کھال میں منڈھوا دوں گا ورنہ تم کو

زخم دامن سے کسک بڑھ گئی جب تن میں بہت
صاحبِ ضبط دکھی ہونے لگے من میں بہت

تب یہ فرمایا یہ تکلیف ستم بانی سے
کون ڈرتا ہے ترے قہر کی طغیانی سے

دم نکل جائے قناعت سے اگر دوری ہو
ہاں! مگر ایک تمنا ہے اگر پوری ہو

تو اگر کہہ دے تو راوی میں نہا لیں اک دن
کم سے کم ریت ہی زخموں پہ لگا لیں اک دن

اُس نے یہ سوچ کے سرکار کو رخصت دیدی
اپنی دانست میں گویا نئی زحمت دیدی

پانی لگنے سے تو زخم اور ہرے ہوتے ہیں
اپنے ہاتھوں سے یہ خود تخمِ الم بوتے ہیں

آپ جب پہنچے نہانے کے لئے راوی پر
نوحہ خوانی کو اکٹھے ہوئے لاکھوں طائر

موجیں اُٹھنے لگیں دریا میں پئے استقبال
سرِ خم ہو گئے آدابِ عقیدت سے غزال

جھک گئیں شاخِ ثمردار برائے تعظیم
بہرِ تکریم رُکی چلتے ہوئے بادِ نسیم

الغرض آپ نے راوی میں جب اشنان کیا
اور اُس خالقِ کونین کا جب دھیان کیا

آپ کو راوی نے آنے نہ دیا پھر باہر　　چھپ گئے پردۂ دریا میں حضورِ انور

یوں موحّد پہ حقیقت کی نوید آتی ہے　　اس طرح آتما پرماتما ہو جاتی ہے

نذرانۂ روح

قابلِ ذکر ہے گرمیٔ جسارت تیری
حدِّ ادراک سے بالا ہے فضیلت تیری
ہونا غائب ترا دریا میں کسے یاد نہیں،
محو دل سے کبھی ہوتی ہے شہادت تیری
ہائے! وہ جلتے ہوئے ریت کا ڈالا جانا
ہائے! وہ درخورِ تعظیم قناعت تیری
چاک پھر بھی نہ ہوا وہ ترا دامانِ شکیب
غم سے اک دن بھی نہ گھبرائی طبیعت تیری
ایسے خوددار بشر روز کہاں آتے ہیں
اہلِ دل۔ اہل نظر روز کہاں آتے ہیں

ڈاکٹر گنڈا سنگھ ایم۔ اے۔ پی، ایچ، ڈی

ترجمہ کاری ایک مفید اور کارآمد فن ہے جو ماضی کے اندازِ فکر اور حال کے اسلوبِ اظہار کے درمیان ایک پُل کا کام دیتا ہے۔ اچھا مترجم اپنے ملک اور ادب فن کی تاریخ میں ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ پُرانے زمانے میں بیدار مغز عالموں نے ترجموں کے ذریعہ مذہبی۔ سیاسی۔ ادبی اور فلسفیانہ مزعومات اور مطالب کی ترویج و اشاعت کی اور اس طرح انھوں نے تہذیبِ بشری اور فکرِ انسانی کی نمایاں خدمت انجام دی۔ انھوں نے اپنے ہم وطنوں کے فکر و نظر کو نئے نئے زاویوں سے آشنا کیا۔ دیس بدیس

پھرنے والے تاجر ایک ملک کی چیزیں دوسرے ملک میں لے جاتے ہیں مگر محنتی مترجموں کے توسّل سے مہذّب قومیں افکار و عواطف کا تبادلہ کرتی ہیں۔ اس طرح زبان و مکان کی حدود و قیود کے باوجود نوعِ انسان کی مختلف جماعتوں میں جان پہچان اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور تفریق و مغائرت کی جگہ وحدت کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ ادب اور تہذیب پر ترجمہ کاروں کا بہت بڑا احسان ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں اسلامی ممالک میں جو بیداری آئی وہ اُن عربی ترجموں ہی کے طفیل تھی جو سنسکرت اور یونانی سے لئے گئے تھے۔ یورپ میں بھی حقیقی بیداری کی قندیل ان عظیم ترجمہ کاروں نے روشن کی تھی جنھوں نے یونانی زبان و ادب میں مہارت حاصل کرکے یونانی شاہکاروں کو انگریزی اور فرانسیسی میں منتقل کیا۔ ترجمہ کاری سے زبان میں نئے نہج بیان کا تجربہ کیا جاتا ہے جس سے اس کے ممکناتِ اظہار میں جدت آجاتی ہے۔

شری رامیشور پرشاد صاحب بسمل دہلوی نے سُکھ منی صاحب کا ترجمہ اُردو نظم میں کیا ہے۔ آپ نے اُردو اور پنجابی کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

غیرفانی ادب میں سُکھ منی صاحب کا درجہ بہت ارفع ہے۔ گورو ارجن صاحب

کی یہ غیر فانی شعری تصنیف ہندوستانی ادبیات میں فن اور نوعیت کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ جس شعری ٹکنیک اور فنی نہج اظہار کا تجربہ اس تصنیف میں ملتا ہے اس کی مثال قرونِ وسطیٰ کے ہندوستانی ادب میں نایاب ہے۔ یہ ایک طویل اور جامع نظم ہے جس میں غیر فانی حقائق اور حقانی اسرار و رموز کو دلکش پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ غیر فانی ادب میں ایک آدھ قطعہ یا نظم پارہ روحانی و جمالیاتی قدر کا حامل ہوتا ہے۔ فارسی کی طویل غیر فانی مثنویوں میں روحانی رموز کا بیان ہوتا ہے لیکن ان میں بیانیہ حکائتوں اور توضیحی تمثیلوں کی بھرمار ہوتی ہے جن میں سے بعض لغو اور فحش ہوتی ہیں جو تصنیف کے اعلیٰ مقصد کو کمزور اور کم اثر بنا دیتی ہیں۔ برعکس اس کے سکھمنی میں ذکر، سمرن، کمالِ روحانی، سلوک برحق، حق و باطل اور عرفان کے رموز فکری اور منظری روپ میں پیش کئے گئے ہیں۔ یہ ایک کلاسیکل شعری تخلیق ہے۔ جس کی فنی لطافت و رعنائی معنوی متانت و ارتکاز اور ہیئتی تناسب و توازن کی شانِ جمال تاریخی ہے۔

ایسی گراں قدر شعری تخلیق کو اُردو نظم میں منتقل کر کے بسمل صاحب نے ہندوستانی ادب و ثقافت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس ترجمہ سے سکھمنی

کی تعلیم پنجاب سے باہر اُردو داں حلقوں میں پہنچ جائے گی اور اُردو شاعری بھی نئی شعری ٹکنیک اور جدید نہج اظہار سے متعارف ہوگی۔ فاضل ترجمے نے یہ ترجمہ مثنوی کی بحر میں کیا ہے جسے عروضی اصطلاح میں بحرِ رمل مسدس مکفوف کہتے ہیں۔ فارسی میں مثنوی رومی۔ فریدالدین عطار کی منطق الطیر۔ اقبال کی اسرار و رموز اور جسونت رائے تسکین کا فارسی ترجمہ بھاگوت پران سب اسی بحر میں ہیں۔ اُردو میں یوگ راج منظر سوہانوی نے گیتا کا ترجمہ موسوم بہ کلامِ ربّانی اسی بحر میں نظم کیا ہے۔ ترجمے کے لئے مترجم شاعر نے وہ مخصوص قالب شعری استعمال کیا ہے جسے صوفیاء اور فلسفیانہ مقاصد کے لئے اُستاد شاعروں نے مفید اور موزوں پایا تھا۔ لفظ و معنی کی ترکیب اور حرف و صوت کا دلنشیں نظام اسی بحر میں ممکن ہے اور اس حسن انتخاب پر شاعر داد کا مستحق ہے۔

ترجمے کے متعلق اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مترجم نے سُکھ منی کے عرفانی مطالب و مفاہیم کو اُردو میں منتقل کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ یہ کام بیحد کٹھن اور دشوار تھا۔ کسی بھی شعری تصنیف کا منظوم ترجمہ آسان نہیں ہوتا۔ اور جب تصنیف خود اہم دقیق اور اوق ہو اور شعری فن کا مکمل و نادر نمونہ ہو۔ تو اس کا ترجمہ کرنے میں دشواریاں شدید سے شدید تر ہوں گی۔ پھر بھی

مترجم نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ ہوں :-

لاکھ بازو بھی محافظ ہوں جہاں
اور پھر بھی مل نہ سکتی ہو اماں
ایسے دریا سے وہی ہوتا ہے پار
ہے عبادت ہی فقط جس کا شعار

اور :-

جو محیطِ کُل ہے اے ناداں بشر
رکھ اُسی قادر کی حکمت پر نظر
دیکھ کیسا راز ہے تیرا وجود
دیکھ کیسی شان ہے تیری نمود
اپنے قالب کی ذرا تصویر دیکھ
اس مشامِ رُوح کی تعمیر دیکھ
دیکھ عقل و ہوش کی زیبائشیں
فہم کی، ادراک کی افزائشیں

اس اجمالی پیش لفظ میں سُکھمنی کے فلسفہ پر اور اس کے اخلاقی و عرفانی پہلو پر مفصّل بحث کرنے کی گنجائش نہیں لہٰذا ان سطور کی ترقیم کا مقصد مترجم شاعر کی سعیٔ مقدس کا خیر مقدم ہے۔ میں پھر ایک بار بسمل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ وہ پہلے ہندوستانی شاعر ہیں، جنھوں نے سُکھمنی ایسی گراں قدر عرفانی شعری تصنیف کو اُردو نظم

میں اپیش کیا ہے۔

گنڈا سنگھ

پٹیالہ

۳ر ستمبر ۱۹۵۳ء

فرمودات

بھائی صاحب ڈاکٹر ویر سنگھ ڈی، او، ایل؛ ایم، ایل، سی

شری بسمل جی دہلوی اردو زبان کے مشہور شاعر ہیں۔ آپ کے خیالات بلند پایہ ہوتے ہیں اور ان کی وضاحت بڑی سلیس و پُرمعنی الفاظ میں ہوتی ہے کچھ وقت گذرا ہے کہ آپ کو سکھ تاریخ سے دل بستگی ہوگئی ہے۔ لہذا آپ نے ۱۹۳۵ء میں صاحبزادوں کی شہادت اردو نظم میں بیان کی ہے جس کا نام "شہیدان کمسن" ہے۔

اب آپ کو گوربانی کے ساتھ رجحان ہوا ہے۔ لہذا آپ نے سکھمنی صاحب کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے جس کے دو نمبر شائع ہو چکے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ترجمہ نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔

اس نئے ایڈیشن میں آپ نے اپنے کئے ہوئے ترجمہ میں سے فارسی الفاظ بہت کم کر دیئے ہیں اور سادہ ہندوستانی الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے ترجمہ اپنی خوبیوں کو قائم رکھتا ہوا آسان بھی ہو گیا ہے۔

میرے خیال میں اصل مفہوم کو اُردو نظم میں اچھی طرح ادا کیا ہے اور آپ کی صحیح قدر و منزلت کے لائق ہے۔

ویر سنگھ

(پنجابی سے ترجمہ)

امرتسر

۲۰ر جون ۱۹۵۳ء

رائے بہادر دیوان بدری داس ایڈوکیٹ مدظلہ

سکھ منی صاحب کا اُردو نظم میں ترجمہ کر کے بسمل صاحب نے اُردو خواں پبلک پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ بسمل صاحب ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ کتاب کی زبان نہایت شستہ ہے۔ ترجمہ میں جو روانی پائی جاتی ہے وہ بسمل صاحب کے کلام کا حصّہ ہے۔

"سُکھ منی" ایک ایسی کتاب ہے جو ہر ایک عابد کے وردِ زبان ہونی چاہیئے اور اسی خیال سے میں نے کہا ہے کہ یہ ترجمہ اُردو خواں پبلک پر بہت بڑا احسان ہے۔

جالندھر
اگست ۱۹۵۴ء

بدری داس

پنڈت چاندنرائن رینہ ڈپٹی کمشنر، شملہ

حضرت بسمل صاحب کو میں ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ وہ اپنے نازک اندام میں دلِ نازک رکھتے ہیں جو فطرت کے ہر اشارے پر تڑپتا ہے۔ وہ اہلِ دل ہونے کے علاوہ اہلِ نظر بھی ہیں۔ ان کی نگاہ حقیقت کے پردوں کو اُٹھاتی ہوئی حدودِ لامکاں تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنی ادائے خاص میں جو کچھ بھی کہتے ہیں فطرت کی نبض کو پہچان کر کہتے ہیں۔ اُن کا کلام پڑھنے کا اور اُن کے خاص انداز میں سُننے کا مجھے اکثر موقع ملا ہے۔ اُن کا رنگِ تغزّل گو جُداگانہ ہے لیکن اس میں کہیں کہیں اساتذہ کے کلام کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر اپنا تخلّص بسمل کیا ہے۔ ان کے کلام سے

ظاہر ہے کہ وہ حُسنِ نسوانی کی بجلیوں سے گھائل ہو کر بسمل ہوئے ہیں۔

اب اُن کی فطرت نے رنگ بدلا ہے۔ ممکن ہے کہ عمر کا تقاضہ ہو کہ وہ دنیوی مضامین کو کچھ عرصہ کے لئے خیرباد کہہ کر راہِ دنیوی پر گامزن ہیں۔

سُکھ منی صاحب کا ترجمہ ایک بیش بہا خزانہ ہے جو قابلِ داد قابلِ تحسین ہے عام فہم زبان میں اس مشکل مضمون کا ادا کرنا بسمل صاحب ہی کا حصہ ہے۔ سکھ منی صاحب کا ترجمہ کر کے انھوں نے سکھ دھرم کی معتدبہ خدمت انجام دی ہے۔

مجھے قوی اُمید ہے کہ یہ تالیف جب منظرِ عام پر آئے گی تو خدا ترس لوگوں کی جانب سے خراجِ تحسین حاصل کرے گی

جالندھر

اگست ۱۹۵۳ء

چاند

"I have carefully perused the book titled "Kalam-i-Haqqani" a Translation of the Sukhmani in Urdu Poetry rendered by Mr. Bismil an Urdu Poet of Delhi. I like the translation conveying the right sense more than the literature, as the former enables the writer to express himself more nicely. Wherever the author has added some words of his own to reveal, the originality, these are the most appropriate ones. The Urdu-knowing people will enjoy this translation to their full.

"The author deserves sincere congratulations for his service."

25-3-38 — *Late S. B. BHAI KAHAN SINGH of Nabha*

(*This review was first published in 1938 Edition*)

— o —

"I have looked into the translation in Urdu verse of Sukhmani Sahib rendered by Shri Rameshwar Prasad Bismil. I congratulate the author and poet on the success he has achieved and for the service he has rendered to the Urdu-knowing public. I recommend the book to all lovers of Gurbani."

12-6-55 —*Gurmukh NIHAL SINGH*
Chief Minister,
Delhi State

— o —

"The Rendering is literary and has the air of an original piece. It creates an atmosphere of devotion and holiness, which is the essential Feature of Sukhmani. This translation will go a long way to make this Divine song popular among people whose language is Urdu.

"I recommend this book for appreciation to all those who love Gurbani."

—*Principal TEJA SINGH*

—o—

"Shri Rameshwar Prasad "Bismil" Dehlvi has shown to me his translation in verse of 'Sukhmani'. It is a free translation but he has tried to keep the spirit of the original. Shri Bismil is well known for his poetry and this translation will convey to those unacquainted with Panjabi, the gist of the teachings of the Sikh Guru. I hope those interested in their spreading will encourage him."

—*S. B. BHAI JODH SINGH*
M.A., M.L.C.

—o—

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ ایم اے۔ پی، ایچ۔ ڈی

میں نے بسمل صاحب کا سکھ منی کا اردو منظوم ترجمہ اکثر مقامات سے پڑھکر دیکھا ہے۔ ترجمہ ایسی قابلیت سے کیا گیا ہے کہ پوری مثنوی ترجمہ نہیں بلکہ مترجم کی اپنی تصنیف معلوم ہوتی ہے اور یہی ترجمہ کا کمال ہے۔ جو لوگ پنجابی زبان اور گورکھی حروف سے آشنا نہیں ہیں اور گورو ارجن کے بلند خیالات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ مثنوی نہایت کار آمد ثابت ہوگی۔

بسمل صاحب نے اس کی زبان کو پہلے سے کچھ سادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اگلے ایڈیشن میں کچھ اور بھی سادہ کر سکیں گے" تاکہ جنھیں فارسی و عربی کی اچھی مہارت نہیں وہ بھی اس کو بخوبی سمجھ سکیں۔

اس مثنوی کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں جو اس کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ ایڈیشن اور بھی مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل کر سکے گا۔

دہلی
۴ نومبر ۵۵ء

گوکل چند نارنگ

ایک اونکار ست گور پرساد

ایک ہی مالک ہے جو سچے گورو کی برکت سے ملتا ہے

اوّل و آخر گورو کو بندگی　　حاضر و ناظر گورو کو بندگی

آفرینش سے جو پہلا ہے گورو　　دونوں عالم کا جو آقا ہے گورو

اُس جہاں پرور گورو کو بندگی

افضل و برتر گورو کو بندگی

اشٹ پدی پہلی

یاد کر ذاتِ خدا کو یاد کر — رنج و غم فکر و الم برباد کر
سب سے اوّل ہے اُسی کی بندگی — سب سے افضل ہے اُسی کی بندگی
اُس کا عابد ہے جو دل سے قول سے — اُس کا ساجد ہے جو دل سے قول سے
جس کا تن بھی یادِ خالق پر نثار — جس کا من بھی یادِ رازق پر نثار
راحتِ جاوید حاصل ہے اُسے — بُعدِ منزل قُربِ منزل ہے اُسے
رنج کے بندھن سے وہ آزاد ہے — اُس کے دل میں ذاتِ حق آباد ہے

وہ غریبوں کا محافظ وہ رحیم
ہے وہی اک بندہ پرور اک کریم

رزق دیتا ہے وہ کل سنسار کو — سر جھکاؤ تم اُسی غفار کو
اور اُسی کی تم ثنا خوانی کرو — تم اُسی کے در کی دربانی کرو
ہے اُسی کے رحم پر خورسندگی — سب اُسی کو کر رہے ہیں بندگی

کیا سمرتی وید کیا اور کیا پُران
سب اُسی پرماتما کا ہیں نشان
جن کے سینے میں خدا کا نور ہے
وہ تمام آلائشوں سے دُور ہے
جو ہمیشہ اس کا خواہش مند ہے
بس، وہی انسان دانش مند ہے
صدقہ اُس کے دید پر جن کے حیات
نانک اُن کے ساتھ میری بھی نجات

سکھ منی ہے منتہائے انبساط
سکھ منی ہے آئینہ دارِ نشاط
رہنمائے منزلِ وحدت ہے یہ
مقتضائے خواہشِ طاعت ہے یہ
عالمِ بالا پہ پہنچاتی ہے یہ
عابدوں کے دل میں بس جاتی ہے یہ

یادِ حق ہے رہبرِ راہِ نجات
یادِ حق ہے دافعِ خوفِ ممات
یادِ حق سے راہِ غم مسدود ہے
یادِ حق سے سرکشی مفقود ہے
یادِ حق ہے فتح کارِ اہلِ کیں
یادِ حق ہے روحِ جذباتِ حسیں
یادِ حق سے کام بن جاتے ہیں سب
یادِ حق سے راہ پر آتے ہیں سب
یادِ حق رکھتی ہے غفلت سے جُدا
یادِ حق کرتی ہے ذلّت سے جدا

محکمانی صاحب

یادِ حق ہے چارۂ دردِ نہاں　　یادِ حق ہے مصدرِ حسنِ گماں
یادِ حق ہے صحبتِ عابد کا پھل　　یادِ حق ہے خدمتِ زاہد کا پھل

یادِ حق کُل نعمتوں کی کان ہے
نانک اُس پر عابدوں کا دھیان ہے

یادِ حق حسنِ کرامت بخش ہے　　یادِ حق نورِ صداقت بخش ہے
یادِ حق ہے جلوہ بارِ معرفت　　یادِ حق ہے مخزنِ روحانیت
یادِ حق شمعِ رہِ مقصود ہے　　یادِ حق میں دل کشی موجود ہے
یادِ حق زنّار پوشی سے فزوں　　یادِ حق تسنیم کوشی سے فزوں
یادِ حق ہے تیرتھوں کا ماحصل　　یادِ حق پر راستی ہے مشتمل
یادِ حق سے بڑھتا جاتا ہے وقار　　یادِ حق پر ہے فضیلت کا مدار

وہ بشر رہتا ہے مالک کے قریب
نانک اس کا لطف ہے جسکو نصیب

سب سے ارفع طاعتِ خلاق ہے　　اِس میں پنہاں خوبیِ اخلاق ہے

یادِ حق سے عالمِ جید بنے | یادِ حق سے لوگ مستغنی ہوئے
یادِ حق ہے دشمنِ نفسانیت | یادِ حق ہے مخزنِ روحانیت
یادِ خالق ہے فنا کارِ فساد | یادِ خالق سے بر آتی ہے مراد
یادِ خالق ہے کثافت کی عدو | یادِ خالق ہے کدورت کی عدو
اس سے ہوتا ہے مسرت کا نزول | ہے یہی تخلیقِ عالم کا حصول
نطقِ عابد پر خدا کا نام ہے | دستِ مومن میں عمل کا جام ہے

نانک اس کا ایک میں بھی داس ہوں
ہر گھڑی ہر وقت اس کے پاس ہوں

اہلِ طاعت ہیں جہاں میں کامیاب | اہلِ طاعت ہیں ملائک کا جواب
اہلِ طاعت ذی نظر۔ ذی اقتدار | اہلِ طاعت اہلِ دل۔ اہل قرار
اہلِ طاعت کب ہیں محتاجِ جہاں | اہلِ طاعت کو کہاں نقصِ اماں
اہلِ طاعت سب کے مشفق سب کے دوست | اہلِ طاعت کو کہاں ہوتی ہے کوفت
اہلِ طاعت زندۂ جاوید ہیں | اہلِ طاعت بندۂ توحید ہیں

شکو منی صاحب

شاخِ طاعت پر ہے اُن کا آشیاں
جن پہ نانک خود خُدا ہے مہرباں

اہلِ طاعت ہیں بہی خواہِ جہاں
اہلِ طاعت شاہِ دیں شاہِ جہاں

اہلِ طاعت پاک سے بھی پاک ہیں
اہلِ طاعت صاحبِ ادراک ہیں

روحِ پاکیزہ کبھی سوتی نہیں
اُس کو دُنیا کی ہوس ہوتی نہیں

جام ملتا ہے اُسے اخلاق کا
قرب رہتا ہے اُسے خلاق کا

ہر مسرت اس کی دامنگیر ہے
اُس پہ قائم دہر کی تعمیر ہے

سادھوؤں کے فیض سے وہ حق نگر
نیند کے غلبہ سے اُس کو کیا ضرر

نانک اس کے ہیں بہت اچھے نصیب
جس کے دل میں بس گئی یادِ حبیب

یادِ حق ہے مُوجبِ تکمیلِ کار
یادِ حق میں ہے نہاں اعلیٰ شعار

اور پڑھا جاتا ہے ہر گُن کا کلام
نیز مل جاتی ہے تسکینِ دوام

یادِ حق سے ہر بشر ہے ذی عمل
دہر میں رہتا ہے وہ مثلِ کمل

مکرمی صاحب

یادِ حق سے ذکرِ مالک سے مدام ۔۔۔ دلنشیں رہتا ہے عمرِ فانی کلام
جو خوشی ملتی ہے اُس کی یاد سے ۔۔۔ وہ تخیل کی حدوں سے دُور ہے
اس کی رحمت جس پہ ہو سایہ فگن ۔۔۔ وہ پرستاری میں رہتا ہے مگن

نانک ان کا میں بھی اک پا بوس ہوں
ان کے ہر انداز سے مانوس ہوں

بہرِ یادِ حق ہے بھگتوں کا ظہور ۔۔۔ بہرِ ذکرِ حق ہے دیدوں کا ظہور
یادِ حق فرطِ محبت کا سبب ۔۔۔ یادِ حق اذنِ سخاوت کا سبب
یادِ حق سے نفسِ امّارہ کی موت ۔۔۔ یادِ حق سے کذب ہو جاتا ہے فوت
پردۂ طاعت میں وہ خود ہے نہاں ۔۔۔ اور پئے طاعت بناتا ہے جہاں
ہو گیا وہ جس بشر پہ مہرباں ۔۔۔ اُس بشر کو مل گیا اُس کا نشاں

اور اُسی کو ملتا ہے وہ ذوالجلال
رکھتا ہے نانک جو پاکیزہ خیال

شلوک

اے غریبوں کے معاون اے کریم — اے ضعیفوں کے محافظ اے رحیم
اے جہاں کے پالنے والے خُدا — اے دکھوں کے ٹالنے والے خُدا
محرمِ رازِ دلِ کون و مکاں — مالکِ آشفتگانِ نیسم جاں
ہاں تری سرکار میں آیا ہوں میں — دل میں تیری آرزو لایا ہوں میں

اشٹ پدی دوسری

جس جگہ ماں باپ بیٹا بھائی دوست — کوئی بھی اپنا نہیں جز کرب کوفت
اُس جگہ اے دل وہی غم خوار ہے — اک وہی مونس وہی دلدار ہے
جس جگہ جم دوت ہیں ہیبت کناں — جس جگہ جنات ہیں آفت رساں
مثلِ دانہ پیس دیتے ہیں جہاں — یادِ خالق ہی معاون ہے وہاں
جس جگہ تڑپائے گی کلفت تجھے — جس جگہ پیش آئے گی آفت تجھے
نامِ خالق ہی بچائے گا وہاں — مشکلیں وہ ہی مٹائے گا وہاں

مُدتوں ہوگا پشیماں بھی اگر | اور رہے گا تو پریشاں بھی اگر
دہر سے ممکن نہیں پھر بھی نجات | تو رہے گا پھر بھی موقوفِ ممات
یادِ خالق ہو جو تیرا مدعا | آمد و شد کا تعلّق ہو فنا
اِس لئے اے دل اسی کا نام لے | بس اسی دلبر کا دامن تھام لے

شاخِ ارماں پہ ثمر آجائیں گے
نانک اک دن راہ پر آجائیں گے

کوئی سلطانِ زماں بھی ہو اگر | اُس سے بھی تسکین کرتی ہے حذر
وہ بھی غمگیں ہے عبادت کے بغیر | رنج کب مٹتا ہے طاعت کے بغیر
اور لبوں پر گر خدا کا نام ہے | ہر دو عالم میں وہ کب ناکام ہے
گر ہجومِ کشمکش کا ہو شکار | اور نہ پائے خدمتِ تسکیں میں بار
وہ کشاکش سے رہا ہو جائے گا | خود ستائی سے جُدا ہو جائے گا
گر زمانے بھر کی عشرت ہو نصیب | لاکھ سامانِ مسرت ہو نصیب
تشنگی سے مل نہیں سکتی نجات | ہو نہیں سکتا بعلگیر صفات
اور اگر ہو ذکرِ ربِّ ذو المنن | دُنیوی عشرت سے بھر جائیگا من

روح تنہا جائے گی جس راہ سے — اور مصیبت آئے گی جس راہ سے
یادِ حق مشکل کشا ہو گی وہاں — اُس کی رحمت ہی دلائے گی اماں
یادِ حق میں گر مٹے گا اضطراب — بارگاہِ حق میں ہو گا باریاب
ایک ہو جائیں گے پھر موت و حیات
غم سے پھر مل جائیگی نانک نجات

لاکھ بازو بھی محافظ ہوں جہاں — اور پھر بھی مل نہ سکتی ہو اماں
ایسے دریا سے وہی ہوتا ہے پار — دل سے جو انسان ہے طاعت گذار
جب لیا جاتا ہے عقبیٰ میں حساب — کھلتی ہے جس دم گناہوں کی کتاب
نامِ حق ہی کام آتا ہے وہاں — قہر سے وہ ہی بچاتا ہے وہاں
جب تناسخ سے نہیں ملتی نجات — جب فنا ہوتا نہیں خوفِ ممات
تب عبادت سے ہی ملتا ہے سکوں — زہد سے ہی مٹتا ہے سوزِ دروں
جا گزیں ہوتا ہے جس دل میں غرور — جس کو طاعت کا نہیں ہوتا سرور
مثلِ آئینہ جو بن سکتا نہیں — جس نے وحدت کا اثر دیکھا نہیں
یادِ حق ہی پاک کرتی ہے اُسے — صاحبِ ادراک کرتی ہے اُسے

اس لئے اے دل اُسی کو یاد کر — تو اُسی کے سامنے فریاد کر

نانک اُس کی ہی اطاعت چاہیئے
بندہ پرور کی عنایت چاہیئے

بُعد جس منزل کا لامحدود ہے — جس میں خدشہ اور ڈر موجود ہے
نامِ حق پہنچائے گا فرحت وہاں — غالب آسکتی نہیں آفت وہاں
راہ خوف آلود ہے جو تنگ و تار — نامِ حق ہوگا وہاں جلوہ بہ کار
آشنا کوئی نہیں جس راہ میں — غم رُبا کوئی نہیں جس راہ میں
نامِ حق ہی غم رُبا بن جائے گا — یادِ حق سے حق نما بن جائے گا
خوف ہے ذلّت ہے لغزش ہے جہاں — گردشِ دوراں کی سازش ہے جہاں
یادِ حق ہوگی وہاں رازِ نشاط — جان جائے گا تو اندازِ نشاط

پیاس سے نانک قلق ہوگا جہاں
فضلِ حق کی ہوگی بارانی وہاں

عارفوں کے عابدوں کے واسطے — سالکوں کے ساجدوں کے واسطے

نامِ حق ہی زندگی کا ساز ہے — نامِ حق ہی راستی کا راز ہے
ہے مکانِ حق دلِ طاعت پرست — ہے نشانِ حق دلِ وحدت پرست
ہے پئے عارف سہارا نامِ حق — بحرِ غم کا ہے کنارہ نامِ حق
نامِ حق سے خلق کا اُدھار ہے — نامِ حق سے سب کا بیڑا پار ہے
ذی بصارت ہیں اُسی کے مدح خواں — ہے وہی اُن کے لئے وجہِ اماں
ہے وہی سامانِ اہلِ موعظت — ہے وہی ارمانِ اہلِ میمنت
لیکن اُس کو ہی میسّر وصل ہے — مالکِ اکبر کا جس پر فضل ہے

یادِ حق میں جو بشر کھو یا گیا
اشرف و افضل وہی نانک ہوا

نامِ حق ہے عارفوں کی شاہراہ — نامِ حق سے حق میں ملتی ہے پناہ
نامِ حق سے اشتہا رہتی ہے دُور — اور ہوتا ہے تحمّل کا ظہُور
نامِ حق ہے عارفوں کا رنگ رُوپ — نامِ حق سے ہے بشر بھگوت سروپ
نیک کاموں میں خلل آتا نہیں — ناوکِ غم دل کو برماتا نہیں
نامِ خالق ہی فضیلت بخش ہے — طاعتِ خالق ہی عزّت بخش ہے

ہے پرستاریٔ حق ہی حق فروز　　ہے طلب گاریٔ حق ہی حق فروز
محوِ یادِ حق ہی اُلفت کیش ہے　　بندۂ حق ہی حقیقت کیش ہے

نانکؔ اہلِ دل ہی ہیں اُسکے غلام
ہے اُنہی کے دل میں یادِ حق مُدام

بندگانِ حق کا سب مال ومنال　　ہے اُسی مالک کا ذکرِ بے مثال
اورعطا کرتا ہے یہ دولت وہی　　نیز ہے بخشندۂ صولت وہی
ہے وہی اُن کے لئے جائے پناہ　　غیر پر پڑتی نہیں اُن کی نگاہ
واصلِ ذاتِ احد بھی ہیں وہی　　دشمنِ کارِ حسد بھی ہیں وہی
ہیں وہی خود رفتۂ نامِ اَحد　　ہیں وہی وابستۂ نامِ اَحد
وہ کبھی پوشیدہ رہ سکتے نہیں　　موجِ گمنامی میں بہ سکتے نہیں
اعتقادِ خالقِ والا صفات　　طالبوں کو بخش دیتا ہے نجات

نانکؔ اربابِ نظر کے فیض سے
بچ گئی دُنیا غضب سے غیض سے

نخلِ طوبیٰ کی طرح مالک کی یاد کب تہی رکھتی ہے دامانِ مراد
کامدھینو کی طرح ہے اس کا جاپ یعنی ہوتا ہے مسرت سے ملاپ
ذکرِ حق ہے بالیقیں سب سے فزوں اس سے مٹ جاتے ہیں آلام دروں
نامِ خالق کی فضیلت کا نگیں، سینۂ عارف میں ہے گوشہ نشیں
عارفانِ حق کا فضل و انتباہ دُور کر دیتا ہے ابرام و گناہ
صحبتِ اربابِ عرفانِ حبیب طالعِ اختر سے ہوتی ہے نصیب
اور ان کی خدمتِ اعلیٰ صفات بخش دیتی ہے حقیقی کائنات

کوئی شے طاعت کے ہم پلہ نہیں
نانک اہلِ فہم ہیں اس کے قریں

شلوک

کل سمرتی اور سارے شاستر اُن کا ہر مضمون دیکھا بالنظر
لیکن اس کی قدرتِ والا گہر سب سے برتر اور سب بالاتر
نانک اُس کی کس طرح توصیف ہو کس طرح دل دار کی تعریف ہو

اشٹ پدی تیسری

معرفت کا اور ریاضت کا خیال — علم قدرت کا تپسیا کا کمال
شاستر چھ اور اٹھارہ پُران — خواہشوں کا انضباط اور گیان دھیان
نیک کرداری۔ دعا۔ خود رفتگی — خلق و اخلاص و اطاعت آشتی
دان پُن۔ خیرات اور جود و سخا — برت۔ روزہ زہد و ترک مدعا
اور ہون میں گھی وغیرہ ڈالنا — جسم کا ایک ایک حصہ کاٹنا
نانک ایسی جاگدازی ایسے طور — ہیں نتیجہ خیزئ افکار و غور

بسکہ لازم ہے کہ ہم سب ایک بار
دل سے لیں ہر آن نام کردگار

گر زمیں کے نو خصص کی سیر ہو — زندگانی کو فنا سے بیر ہو
چھوٹ جائے خواہشِ ہست و وجود — ٹوٹ جائے رشتۂ نام و نمود
اور تنِ خاکی ہون کی نذر ہو — بے نیازی بے خودی پر فخر ہو
اسپ و ارض و سیم و زر کی دے زکات — ترک کر دے ہر مفادِ کائنات

نیولی آسن کا پورا کرم ہو — قلب کی بے لوث دنیا نرم ہو
جین فرقے کے مطابق ہو ریاض — چھوڑ دے پڑھنا علائق کی بیاض
ریزہ ریزہ ہو تنِ تمثیلِ خار — پھر بھی مٹ سکتا نہیں دل کا غبار
خود ستائی دور ہو سکتی نہیں — کج روی کا فور ہو سکتی نہیں
نانک اُس کی ذات اُسکی ذات ہے — دن ہے دن اور رات آخر رات ہے

وردِ حق ہے نیک دل کی کائنات
وردِ حق سے ہی وہ پاتے ہیں نجات

چھوڑ بیٹھے گر کوئی صاحب نظر — جسم کو من کا منا کے تیرتھ پر
پھر بھی دل میں مسکراتا ہے غرور — پھر بھی رہتا ہے رعونت کا ظہور
جسمِ فانی کی طہارت کا رواج — کیا کرے گا کینۂ دل کا علاج
جسم گو ہر طور سے تارک رہے — بات تو تب ہے کہ دل سالک رہے
صاف ہو پانی سے جسمانی مشام — پاک ہو سکتی ہے کب دیوارِ خام
پس دلِ ناواقفِ سترِ نہاں — رتبۂ ذکرِ احد ہے لا بیاں

نانک اُس کے ہی کرم سے ہے نہال
غرقِ بحرِ بے کرانِ ابتذال

بادۂ تمیز کا پختہ خمار ہے اجل کے خوف کا پروردگار
کوششِ پیہم سے دل کی خواہشات ہو نہیں سکتیں ہم آغوشِ ممات
سوزِ دل بہروپ سے جاتا نہیں مختلف شکلوں سے چین آتا نہیں
دخلِ انساں اور خالق کی جناب نارسا رہتی ہے سعئ بے حساب
تا حیات ارض و سما کے درمیاں مل نہیں سکتی کبھی جائے اماں
بلکہ یہ دنیا، یہ سرتا سر عذاب وا کئے رہتی ہے عصیاں کی کتاب
خواہشوں میں ڈالتی رہتی ہے یہ حسرتوں کو پالتی رہتی ہے یہ
ہر کرامت اور ہر کسب و کمال ہے جہاں میں اک فریب لازوال
دیگر اسبابِ ریاضِ دل فریب ہیں حیات آموز اُمیدِ شکیب

ذکرِ خالق میں ہی پنہاں ہے نجات
اس سے ہی مٹتی ہیں نانک مشکلات

مانگتا ہے گر کوئی چاروں پدارتھ مختلط ہو سایۂ عارف کے ساتھ
چاہتا ہے گر مصائب سے نجات محوِ طاعت ہو یہ قلبِ ذی صفات
ہے اگر کوئی طلبگارِ خطاب صحبتِ عارف میں ہو وہ باریاب

سکھ منی صاحب

زندگی اور موت پر ہے گر نگاہ　　عارفوں کے سایہ میں وہ لے پناہ
نانک اُس پر میرا دل قربان ہے
دیدِ خالق کا جسے ارمان ہے

اشرف المخلوق وہ انسان ہے　　عارفوں کا درس جس کی جان ہے
جانتا ہے آپ کو جو خاکسار　　ہے وہی ذی مرتبت ذی اقتدار
خاکِ پائے ہر بشر ہے جو بشر　　ہے اندھیرا بھی اُسے نورِ سحر
خود فراموشی جسے مرغوب ہے　　کُل جہاں اس کے لئے محبوب ہے
جو نہیں پڑھتا تفاوت کی کتاب
نانک اس کو کیا عذاب اور کیا ثواب

اے خدا! اے مالکِ ہر انس وجاں　　ہے تو ہی حاجت روائے بیکساں
ہے ترا ہی نام ناداروں کی جان　　ہے تو ہی افلاس کے ماروں کی جان
ہے تو ہی حرماں نصیبوں کا قرار　　ہے تجھی پہ بے بسوں کا انحصار
مونسِ اوّل ترا ہی نام ہے　　تو ہی اُمیدِ دلِ ناکام ہے

ہے تو ہی بخشندۂ امن واماں　　　ہے تو ہی آخر عصائے ناتواں
عالمِ سرِّ دوعالم ہے تو ہی　　　رازِ سربستہ سے محرم ہے تو ہی
اپنی قدرت سے ہے تو ہی آشنا　　　اپنی چاہت سے ہے تو ہی آشنا
حمد اپنی آپ کر سکتا ہے تو　　　آپ سینوں میں اُتر سکتا ہے تو
اور نانک جانتا ہی کون ہے
روئے حق پہچانتا ہی کون ہے

وردِ حق ہے کُل عقیدوں سے فزوں　　　ہے یہی بخشندۂ صبر و سکوں
یہ عمل بہتر ہے کُل اعمال سے　　　برکتِ عارف نکالے جال سے
یہ ارادہ ہر ارادے کی ہے جاں　　　خانۂ دل میں وہی ہو میہماں
کُل مکالم سے ہے ارفع یہ کلام　　　سر جُھکا دو جب سُنو خالق کا نام
اس جگہ پر صدقے نانک دو جہاں
جس جگہ اُس بے نشاں کا ہو نشاں

سکھ منی صاحب

شلوک

اے اسیر ابتذال اے ناسپاس بندگی کی نذر کر اپنے حواس
اپنے جاں پرور کو سینے میں اُتار ہے وہی نانک حقیقی غم گسار

اشٹ پدی چوتھی

جو محیطِ کُل ہے سب کا راہبر رکھ اُسی قادر کی حکمت پر نظر
دیکھ۔ کیسا بھید ہے تیرا وجود دیکھ۔ کیسی شان ہے تیری نمود
اپنے قالب کی ذرا تصویر دیکھ اِس مشامِ روح کی تعمیر دیکھ
دیکھ۔ عقل و ہوش کی زیبائشیں فہم کی ادراک کی آرائشیں
وہ نکلنا بطنِ مادر سے ترا وہ تقابُل مہرِ خادر سے ترا
عہدِ طفلی شیر نوشی کا رہین اور جوانی حُسنِ کافر کی امین
عہدِ پیری میں اقارب کے کرم یعنی ہر عالم میں سامانِ نعم

پھر بھی تو اُس سے چُراتا ہے نگاہ
نانک اُس کے سایہ میں ہی ہے پناہ

جس کی رحمت سے زمیں پر شاد ہیں — شاد ہیں خوشنود ہیں آباد ہیں
بھائی بیٹے دوست اطفال و عیال — سب کو ہے تیری بھلائی کا خیال
آبِ سرد اور جانفزا بادِ نسیم — ہیں میسّر سب بہ الطافِ کریم
وہ رفیق و رہنما کی ہمرہی — وہ سرود و تمنا کی آگہی
دست و پا، کام و دہن، جاہ و حشم — یہ عطیے کیا نہیں اُس کے کرم
پھر ستائش کیسی اغیار کیوں — حق فراموشی کا یہ اظہار کیوں
نانک اس غفلت کا ہوگا کیا مآل
میرے مالک! قعرِ ذلّت سے نکال

نیک جس سے ابتدا و انتہا — ہے اُسی کے پیار سے ناآشنا
نعمت و حشمت ہے جس کے فضل سے — مجتنب ہے تو اُسی کے وصل سے
ہر نفس ہر گام ہے جس کا ظہور — کور باطن جانتا ہے اُس کو دُور

جس کی شفقت سے ملا وقر و وقار بھول بیٹھا تو اُسی کو نا بکار
غرقِ نسیاں ہے بشر نانک مدام
بس اُسی کا چاہیئے فیضِ دوام

تارکِ گوہر! پشیزک کی ہوس لذّتِ باطل سے آسودہ ہے بس
فکرِ ایّامِ سلف میں چُور ہے اور مستقبل سے کوسوں دُور ہے
دولتِ فانی سے اتنا ارتباط اور سرُورِ دائمی کا انحطاط
لیپ چندن کا گدھے پر کیجئے اور اس کو صاف دھو کر دیجئے
لوٹتا پھر بھی پھرے گا خاک میں خاک کے تودوں میں اور خاشاک میں
یہ اسیرِ معصیت یہ خود نگر ہے اسیرِ قلزمِ خوف و خطر
نانک اُس مشکل کشا کے التفات
ہاں! فنا کر دیں گے ساری مشکلات

رات دن ظاہر نمائی کا خیال شکلِ انسانی میں حیوانی کمال
صورت آرائی کا ہر صورت خیال ہر نفس شرمندۂ جاہ و جلال

لیکن آتا ہے کہاں صبر و شکیب　　چھپ نہیں سکتا چھپائے سے فریب
ظاہرا علمِ الٰہی ہو شعار　　اور جسمانی کثافت سے ہو عار
دل میں ہے لیکن سگِ دنیائے حرص　　دل کا ہر ارمان ہے شیدائے حرص
کام سے ملتا ہے غفلت کا ثبوت　　اور تنِ خاکی پہ ملتا ہے بھبوت
باندھ کر گردن میں پتھر بے شعور　　کیسے کر سکتا ہے دریا کو عبور

گر کسی پر رحمتِ غفار ہو
نانک اس بحرِ جہاں سے پار ہو

سنتے سنتے اہلِ فقدانِ بصر　　کیسے پڑ سکتا ہے راہِ راست پر
تھام لو گے ہاتھ مل جائے گی راہ　　اس طرح ہو جائے گا اس کا نباہ
اور محتاجِ سماعت بالیقیں　　دن کہو تو رات سمجھے گا کہیں
حمد گا سکتا ہے کیونکر بے زباں　　دل کی حسرت دل میں رہتی ہے نہاں
پا شکستہ کوہ پہ جائے گا کیا　　اور اندھا آنکھ جھپکائے گا کیا

نانک اُس کی مہربانی کے بغیر
کوئی کر سکتا نہیں مکتی کی سیر

جو ترا ہمدرد ہے غمخوار ہے | بے خبر! اُس سے ہی تو بیزار ہے
اور اپنے بر سرِ پیکار سے | پیش آتا ہے ہمیشہ پیار سے
مسکنِ خاکی میں ہے تیرا قیام | مان بیٹھا تُو اسے اپنا مقام
اُس کی بربادی سے تو واقف نہیں | اس لئے معبود کا واصف نہیں
موت سے بھی بے خبر رہتا ہے تُو | بحرِ غم میں اس لئے بہتا ہے تُو
شوخیٔ نخوت۔ شبابِ طمطراق | اختلافِ باہمی۔ ضعفِ وفاق
آتشِ جوشِ غضب۔ دامِ فریب | کذب وکد۔ حرصِ فنا کارِ شکیب
قوتِ شہوانیٔ اخلاق سوز | فتنہ کاریٔ نفاقِ سینہ سوز
دوستوں سے بے وفائی کا شعار | دل۔ فسردہ دل محبت کا مزار
صورتِ اشیائے رنگیں کا فریب | دلکشیٔ گلستانِ دیدہ زیب
لاکھ جنموں میں یوں ہی بھٹکا پھرا | کب خیالِ معصیت تیرا پھرا
نانکت اس آزار سے اس جال سے | اِس گنہ سے اور اس جنجال سے

لطفِ یزداں ہی بچائے گا تجھے
راستہ وہ ہی دکھائے گا تجھے

میرے مالک ! تو مری روداد سُن — آہ میں ڈوبی ہوئی فریاد سُن
تیری بخشش ہے مشامِ جانِ دل — تجھ پہ قرباں عقل و ہوش ارمانِ دل
شفقتِ آبائی ہے مجھ پہ تری — تجھ سے وابستہ ہے بہبودی مری
جانتا ہے کون تیری انتہا — کون پہنچا تیری قدرت تک بھلا
عقل کی پرواز سے بالا ہے تو — رنج و غم کا ٹالنے والا ہے تو
اقدس و اعلیٰ ہے تیرا انتظام — ہے مقدّر تیری ہر شے کا مقام
اپنی قدرت جانتا ہے آپ تو — روشنی تو۔ روپ تو۔ پرتاپ تو

تیرا نانک تجھ پہ ہی قربان ہے
تو ہی دل ہے اور تو ہی جان ہے

شلوک

اپنے پیارے کو بھلا بیٹھے ہیں لوگ — دوسری چیزوں کا پھر کرتے ہیں سوگ
نانک اس کی یاد بخشے گی نجات — ہے وہی فرمان روائے کائنات
اس کا عابد گر نہیں تو بے شعور — شیشۂ اعزاز ہو گا چور چور

اشٹ پدی پانچویں

ملتی ہیں انسان کو دس نعمتیں — جاگتی رہتی ہیں پھر بھی حسرتیں
ایک کے بعد ایک کرتا ہے طلب — پھر بھی رہتا ہے تہی جامِ طرب
اور اگر کچھ بھی نہ دے وہ کردگار — چھین لے تجھ سے حیاتِ مستعار
بندۂ مجبور کر سکتا ہے کیا — بے اُبھارے وہ اُبھر سکتا ہے کیا
بسکہ اُس کا فرض ہے ذکرِ کریم — نیز اپنی لغزشوں پر ہو ندیم
حمدِ خالق میں ہے محویت جسے — سجدہ کرتا ہے وہ دانا پھر کسے
جس سے اپنا حکم منواتا ہے وہ — اس کو راہِ راست پر لاتا ہے وہ

نانک اُس کا ورد ہو گر صبح و شام
خواہشیں خوابیدہ رہتی ہیں مدام

بخشتا ہے اپنی دولت ساہوکار — جس پہ ہستی کا ہے کل دار و مدار
جس سے بھر جاتا ہے جامِ ابتہاج — راستی پر جس سے رہتا ہے مزاج
اور جو وہ اپنی امانت مانگ لے — دی ہوئی تکریم و نعمت مانگ لے

تنگ ظرف و تنگ دل ہو بدشعار — اور کھو دیتا ہے اپنا اعتبار
بس کہ لازم ہے امانت دار کو — دے امانت آپ ساہوکار کو
ایسا کرنے سے خدائے مہرباں — چوگنا کرتا ہے اُس کو شادماں
صابروں پر نانک اُس کا ہاتھ ہے
اس کا سایہ صابروں کے ساتھ ہے

جتنے رشتے ہیں بہم یکجا یہاں — سب کے سب ہیں بیوفا نامہرباں
نخل کے سائے سے الفت تا بکے — قصرِ فانی سے محبت تا بکے
ذرہ ذرہ انقلاب افروز ہے — صورتِ عالم فنا آموز ہے
پھر بھی غفلت کا نشانہ ہے بشر — تیر ظلمت کا نشانہ ہے بشر
ہے مُسافر کو محبت میں ملال — رنج سے آغشتہ ہو اس کا مآل
نانک اس کی بندگی میں ہو سکوں — پرورش پاتا نہیں دردِ دروں
اور اپنی مہربانی سے وہ آپ
اپنی چاہت سے کراتا ہے ملاپ

گُرو نانک جی

تُکھ منی صاحب

جو کچھ اپنا ہے یہاں سب جُھوٹ ہے | از زمیں تا آسماں سب جُھوٹ ہے
خواہشِ دُنیائے فانی جُھوٹ ہے | سلطنت سطوت جوانی جُھوٹ ہے
جُھوٹ ہے یہ شہرتِ نام و نمود | جُھوٹ ہے یہ دولت و دو قرو وجود
جُھوٹ ہے بیجا غضب بیجا شعار | جُھوٹ ہے گلزارِ ہستی کی بہار
فیل و اسپ جامہ زیبی جُھوٹ ہے | سیم و زر کی دلفریبی جُھوٹ ہے
جُھوٹ ہے نخوت کدورت آن بان | جُھوٹ ہے فخر و فرازِ عزّ و شان
جُھوٹ ہے بغض و عداوت جُھوٹ ہے | ظلم و بیداد و رعونت جُھوٹ ہے
جُھوٹ ہے تا بانیٔ مال و منال | جُھوٹ ہے تحصیلِ عشرت کا خیال
سچ ہے گر تو عارفوں کی بات ہے | یا پرم پرمیشور کی ذات ہے

نانکؔ اس کے وِرد پہ ہے زندگی
زندگی میں اُس سے ہے تابندگی

سُنتے ہیں جو کان دشمن کے عیوب | غرقِ دریائے حسد ہیں جو قلوب
غیر کی اشیاء اُٹھاتے ہیں جو ہاتھ | جو عناد و ظلم کا دیتے ہیں ساتھ
جن نگاہوں سے بدی ہے آشکار | جن دلوں میں ہے خصومت کا غبار

لذتوں سے جو زباں مغلوب ہے — بوئے ذم جس ناک کو مرغوب ہے
جو پئے تقصیر اُٹھتے ہیں قدم — جو بدی سے ملتے ہیں دام و درم
عیب، آلودہ ہے جن اجسام سے — عار ہے جن کو رفاہِ عام سے
وہ صریحاً قابلِ تعذیر ہیں — فسق و مکر و شرک کی تصویر ہیں

نانک اُس کی کبریائی کے طفیل
اِس دلِ بدکیش کا چھٹتا ہے میل

حق سے جو محرومِ ناموس ہے — وہ حصارِ کفر میں محبوس ہے
آشتی کے راستبازی کے بغیر — کوچۂ فرحت کی کب ہوتی ہے سیر
جو دلِ عاصی ہے عرفاں سے تہی — حق سے کب ہوتی ہے اس کو آگہی
عمر کٹ جاتی ہے گو طاعت بنا — لیکن آفت ہیں مسرت کے بنا
جیسے کھیتی ابرِ باراں کے بغیر — جیسے اُلفت دردِ پنہاں کے بغیر
الغرض جو بات ہے بیکار ہے — موجبِ آزار ہے ادبار ہے
فائدہ کنجوس کی دولت سے کیا — حاصل افراطِ غمِ ثروت سے کیا
لائقِ تعظیم ہے طاعت گذار — قابلِ تکریم ہے خدمت شعار

شکیمنی صاحب

نانک اس پر میرا دل قربان ہے
جس کے دل میں عشق کا ہیجان ہے

رہنے سہنے کا سلیقہ اور ہے — حق شناسی کا طریقہ اور ہے

ظاہر و باطن میں فرق اچھا نہیں — زندگی کو تو ابھی سمجھا نہیں

تو چھپا کر دل میں رکھتا ہے فریب — عقلِ کُل کو بھی تو دیتا ہے فریب

پہلے دن سے جانتا ہے وہ تجھے — ہر طرح پہچانتا ہے وہ تجھے

غیر کی باتوں پہ نکتہ چینیاں — ہیچ ہیں یہ تیری ظاہر بینیاں

اس بناوٹ سے وہ خوش ہوتا نہیں — معصیت کے داغ یوں دھوتا نہیں

جس کے دل میں ذاتِ واحد ہو مکیں — اُس کا گھر ہے باغِ عقبیٰ کے قریں

قابلِ تقلید ہے اس کا شعار — ایک عالم اُس پہ ہوتا ہے نثار

ظلِّ ربانی ہے جس انسان پر
شیفتہ ہے نانک اس کی شان پر

آئینہ ہے اُس پہ ہر اک التماس — ہے وہی عزت وہ عرفاں شناس

اپنے بندوں کا وہی ہے محتسب — ہے اسی کی ذات سب میں منقلب
بخشتا ہے وہ کسی کو اپنا وصل — اور کرتا ہے کسی کو نذرِ فصل
وہ تمام آلائشوں سے پاک ہے — بالاتر از وسعتِ ادراک ہے
جس پہ ہو اُس کی عنایت کا نزول — وہ کرے جس نیک قسمت کو قبول
اُس کو گرویدہ بنا لیتا ہے وہ — اپنے دامن میں چھُپا لیتا ہے وہ
اُس کا ادنیٰ راز ہے بحرِ بسیط — سب سے باہر ہے وہ اور سب میں محیط

جس پہ نانک وہ کرم فرما ہوا
جان و دل سے عابد و شیدا ہوا

شلوک

اے خدا! آزارِ نفسانی مٹا — شورِ وحشت۔ زورِ شہوانی مٹا
پھونک دے لالچ کی دنیا پھونک دے — اِس جہاں کی ہر تمنا پھونک دے

نانک آیا ہے بہ ارمانِ پناہ
مرشدِ کامل! کرم کی اِک نگاہ

اشٹ پدی چھٹی

جس کے لطفِ بیکراں سے تاقیام — مختلف قسموں کے ملتے ہیں طعام
اپنے دل میں تو اُسے آباد کر — اُس کی بندہ پروری کو یاد کر
جس کی رحمت سے عنایت سے مُدام — دل کو کرتے ہیں سپردِ ابتسام
قیمتی محلوں میں ہوتے ہیں مکیں — اس کے دروازے پہ رکھ اپنی جبیں

جس کا ہم پر انتہائی قرض ہے
نانک اس کی مدح خوانی فرض ہے

جس کے لطفِ دائمی سے عمر بھر — ریشم و دیبا سے ہوتی ہے گذر
بسترِ آرام پر سوتے ہیں ہم — بے نیازِ درد و غم ہوتے ہیں ہم
عزت اس دنیا میں بڑھ جاتی ہے اور — ختم ہو جاتا ہے بدبختی کا دَور
دھرم کے ساگر میں بہ جاتے ہیں ہم — چین سے دُنیا میں رہ جاتے ہیں ہم
ہم پہ محض اُسکی پرستش فرض ہے — ہے وہی اپنا اُسی سے عرض ہے

نانک اس کی حمد سے اہلِ نظر
عزت و تکریم سے جاتے ہیں گھر

جس کی شفقت سے ملا نایاب جسم ———— پُر ضیا، پُر شوکت و پُر آب جسم
جس کا لاثانی و لافانی کرم ———— تیری خود داری کا رکھتا ہی بھرم
جس کی قدرت کا مکمل انتظام ———— تیرے عیبوں کو چھپاتا ہے مدام
جس جہاں پرور کی چشمِ التفات ———— ہر طرح ہر دم ہے نگرانِ حیات
وقف کر اس کے تشکر میں زباں
نانک اس کی حمد و حکمت کر بیاں

وجہِ دم ہے جس کی شانِ التفات ———— زیبِ تن کرتے ہیں جس سے زیورات
جس نے اسرارِ جہاں سمجھائے ہیں ———— جس نے کل ساماں بہم پہنچائے ہیں
یہ ذکاوت یہ فراست لا کلام ———— فیلِ مست و بادپائے خوش خرام
دولت و املاک و عز و مرتبت ———— طاقت و جذبات و جوش و مقدرت

سکھمنی صاحب

نانک اس پہ وار دے ہر آرزو
کر اسی ذاتِ احد کی جستجو!

جس کی رحمت سے تو دیتا ہر زکات
اور ہے آسودۂ فیضِ حیات

کاروباری شغل سے وابستہ ہے
دُنیوی آرام سے شائستہ ہے

ہر قدم پر تو اُسی کا نام لے
بس اُسی محسن کا دامن تھام لے

جس نے تجھ کو حُسن کا مخزن دیا
ساکنانِ عرش سے افضل کیا

نانک اس کے آستاں پر سر جُھکا
ہے وہی درمانِ دردِ لا دوا

کان جس کے فیض سے سنتے ہیں راگ
خواہشوں کی جو بجھا دیتا ہے آگ

جس کی رحمت سے بصیرت ہے نصیب
ہے وہی اپنا انیس اپنا حبیب

قوّتِ گویائی کی جس نے عطا
اُس پہ ہونا چاہیئے ہر دم فدا

دست و پا ہلتے ہیں جس کے فیض سے
ہم ڈریں اس کے غضب سے غیض سے

بخشا ہے زور قوی جس نے ہمیں
اس کی بخشش کو کرم کو کیا کہیں

شکھ منی صاحب

درجۂ روحانیت جس نے دیا کر اسی مسجود کی حمد و ثنا

نانک اُس کے التفاتِ خاص سے

دل کو باندھو رشتۂ اخلاص سے

ہے مجلّیٰ جس سے یہ تیرا وجود اور شرف اندوز ہے تیری نمود

جس کی رحمت سے ہے تو اقبال مند جس سے حاصل ہے تجھے مال دو چند

جس سے کھلتی ہے ترے دل کی مُراد جس کے سایہ میں تری دُنیا ہے شاد

جس سے روشن ہے تری راہِ نجات کھیل ہے جس کے لئے موت و حیات

نانک اس کی ہی اطاعت کر قبول

زندگی کا ہے یہی واحد اُصول

جس سے ویدد اپنا کراتا ہے وہ آپ اُس کی نظروں میں سماتا ہے وہ آپ

بخشتا ہے جس کو توفیقِ وصال ہے وہی بیگانۂ رنج و ملال

یادِ جاناں میں وہ رہتا ہے اسیر آئینہ سیما ہے اُس کا ہی ضمیر

عقل کو حاصل ہو اس کی روشنی ہے اُسی کا حُسنِ یکتا دیدنی

اے مرے معبود! اے بیکس نواز تیری شفقت میں ہے ہر نعمت کا راز
خود کوئی پہنچا نہیں تجھ تک ہنوز تُو نے واضح خود کئے اپنے رموز
ہے تری اک ذات پر سب انحصار
نانک اس بندہ کو کیا ہے اختیار

شلوک

جو حواسِ خمسہ سے ہے بالاتر ہے وہی بس قادر کشفِ ہنر
ذکر کرتا ہے جو اس کا صبح و شام ہے وہی اعلیٰ صفت اعلیٰ مقام
اے مرے محبوب سُن نانک کی عرض
میں بھی پہچانوں کہ کیا ہے میرا فرض

اشٹ پدی ساتویں

عارفانِ ذاتِ اقدس کے حضور یک بیک چہرے پہ آ جاتا ہے نُور

اور مٹ جاتا ہے دل کا انتشار ۔ دور ہو جاتا ہے نخوت کا بخار
معرفت کے راز کھل جاتے ہیں سب ۔ معصیت کے داغ دھل جاتے ہیں سب
دوریٔ منزل کا غم رہتا نہیں ۔ خدشۂ ملکِ عدم رہتا نہیں
گوہرِ نایاب آجاتا ہے ہاتھ ۔ باطنی تسکین کا رہتا ہے ساتھ
لا بیاں ہے عظمتِ عرفاں شناس
نانکؔ اُس ذاتِ احد کی کر سپاس

صحبتِ عارف سے ملتا ہے خدا ۔ آدمی رہتا ہے بے بیم و رجا
بس میں آتے ہیں حواس خارجی ۔ اور ملتا ہے سُرورِ سرمدی
خاکِ پائے خلق رہتا ہے مُدام ۔ مُنہ سے پاکیزہ نکلتا ہے کلام
نیز اُجڑ جاتا ہے باغِ خواہشات ۔ باز ہو جاتا ہے سیرِ کائنات
نانکؔ اس دل کا قلق کھوتا ہے وہ
صحبتِ عارف سے خوش ہوتا ہے وہ

صحبتِ عارف سے مٹ جاتی ہی کوفت ۔ برسرِ پیکار بن جاتے ہیں دوست

سکھمنی صاحب

ہیئت باطن جُدا ہوتی نہیں — راستی دل سے خفا ہوتی نہیں
اور مٹ جاتا ہے نخوت کا شباب — رہ نہیں سکتا وجودِ اضطراب
خود ستائی کا اثر رہتا نہیں — خوفِ آزار و ضرر رہتا نہیں
عظمتِ عارف اُسی پر ہی عیاں — دونوں ہیں اک دوسرے پر مہرباں
نانک اہلِ زہد و عرفاں کا شعار
دونوں عالم کے لئے ہے کامگار

صحبتِ عارف میں ہی خواہش کی موت — اور ہر تقصیر ہر لغزش کی موت
دل نہیں رہتا اسیرِ اشتعال — قادرِ مطلق کا ہوتا ہے وصال
بیخودی پہ گمرہی پر ناز ہے — قصرِ ذی شانِ حقیقت باز ہے
دھرم پر رہتا ہے کاملِ اعتماد — اور ہے وہ دھرم اُسی کا اعتقاد
صحبتِ عارف ہے دُرِ شاہوار
نانک اہلِ حمد و عرفاں پر نثار

صحبتِ عارف میں فخرِ خانداں — رشتہ داروں کو دلاتا ہے اماں

اور احباب و اعزّہ کو نجات نیز غمخوار و اقارب کو حیات
صحبتِ عارف میں بھرتا ہی وہ جام جس سے کرتا ہے ہر اک کو شادکام
ایشور کرتا ہے بھگتوں کی سہائے نیز سیوک بنتا ہے خود دھرم رائے
معصیت کا نام تک رہتا نہیں موجۂ پندار میں بہتا نہیں

اُس کا ہر محفل میں ہوتا ہے وقار
برکتِ عارف پہ نانک ہے نثار

صحبتِ عارف میں کچھ محنت نہیں دُکھ نہیں۔ آفت نہیں دقّت نہیں
بلکہ ہو جاتے ہیں سرشار و نہال اور مٹ جاتے ہیں کُل رنج و ملال
دل کو تڑپاتا نہیں خوفِ عذاب پاس تک آتا نہیں عزم صواب
دونوں عالم کی خوشی کرتی ہے پیار دلنشیں رہتا ہے نام کردگار
ساغرِ راحت تہی ہوتا نہیں یاس کا حملہ کبھی ہوتا نہیں

عارفوں کے دل میں رہتی ہے وہ ذات
نانک اُن کی رائے دیتی ہے نجات

صحبتِ عارف میں ذکرِ حق سُنو
عمر بھر مستِ سپاسِ حق رہو
دلنشیں رہتی ہے اس مالک کی یاد
بالیقیں ملتی ہے گیانی کو نجات
صحبتِ عارف میں ہے پیارا وہی
دلبر و دلدار و دل آرا وہی
ذرہ ذرہ میں نظر آتا ہے وہ
مسکنِ دل میں اُتر جاتا ہے وہ
بیکسانہ زندگی رہتی نہیں
زندگی افکار میں بہتی نہیں
نانک اُس کا ہم پہ جب سایہ رہے
آنے جانے کا تسلسل کیا رہے

جتنا ویدوں سے ہوا ہے آشکار
اُس سے افزوں تر ہے گیانی کا وقار
وصفِ آں بالا ز سہ گانہ صفات
اُن کی شفقت سے ملی راہِ نجات
شانِ عارف ہر جگہ معمُور ہے
اور حدودِ ماسوا سے دُور ہے
عظمتِ عارف زبالائے سماست
بر سرِ اُو سایۂ فضلِ خداست
اور کوئی کر نہیں سکتا بیاں
عظمتِ عارف ہی عارف پر عیاں
عارف و مالک کے کب کُھلتے ہیں راز
نانک اِس زمرے میں ہے کس کو مجاز

شلوک

جس کا دل ہے خانۂ رُوحانیت اور زباں ہے خوگرِ حقّانیت
دیکھتا ہے جو اُسے ہر حال میں جو نہیں آتا خودی کے جال میں
درحقیقت عارفِ کامل ہے وہ
سر بہ سر توقیر کے قابل ہے وہ

اشٹ پدی آٹھویں

برہم گیانی دُور ہے ہر بات سے رنج سے راحت سے محسوسات سے
جس طرح پانی میں رہتا ہے کمل جس طرح اور اگ میں ردِّ عمل
ہر طرح بے عیب ہے عارف کی ذات جس طرح مہرِ منوّر کی صفات
چشمِ عارف میں برابر ہے ہر ایک کیا ہوا کو ذاتِ بد اور ذاتِ نیک
عارفِ کامل کی ہمت ایک ہے حوصلہ ہے ایک ارادت ایک ہے
لیپتا ہے کوئی چندن سے زمیں کھودتا ہے کوئی اُرگن سے زمیں

لیکن اِس کا کب اُسے احساس ہے — وہ تو بس معمورۂ اجناس ہے
درس کا مکتب ہے عارف کا کمال — آگ سے ملتی ہے عارف کی مثال
خود کبھی ہوتی نہیں ناپاک وہ — پھونک دیتی ہے خس و خاشاک وہ
عارفِ کامل ہے نانک بے مثال
لا بیاں ہے اُس کا ہر ادنےٰ کمال

برہم گیانی پاک سے بھی پاک ہے — صاحبِ دل صاحبِ ادراک ہے
جس طرح پانی کثافت سے جُدا — جس طرح سچّائی دولت سے جُدا
وہ دلِ عارف میں ہے یوں جلوہ بار — آسماں جیسے زمیں پر سایہ دار
قلبِ عارف ہے تفرّق سے بعید — دوست دشمن کے تعلّق سے بعید
غلبۂ پندار سے محفوظ ہے — آپ اپنے حال میں محفوظ ہے
منصبِ عالی ہے عارف کو نصیب — خاکساری ہے مگر اس کی جیب
بسکہ نانک ہے وہی پرہیز گار
جس پہ ہوتی ہے نگاہِ کردگار

عارفِ کامل ہے سب کا خاکِ پا
خاکِ پا۔ اہلِ رضا۔ جانِ صفا

حاملِ اوصافِ رُوحانی ہے وہ
والۂ سرکارِ ربّانی ہے وہ

برہم گیانی سب پہ ہے سایہ فگن
ہے وہی خوں کردۂ رنج و محن

اُس کو حاصل ہے مساواتِ نظر
کب کوئی اس کو پہنچتا ہے ضرر

اس کی نظریں جلوہ بردارِ صفات
اُس کے تیور موجۂ آبِ حیات

دُور رہتا ہے وہ محسوسات سے
دن سے پیار اس کو نہ نفرت رات سے

نانک اس کی ہے غذا حمدِ کریم
اور تصوّر جلوۂ ذاتِ رحیم

برہم گیانی حامیٔ توحید ہے
برہم گیانی زندۂ جاوید ہے

انکسار و عجز ہیں محبوب اُسے
نیکی و اخلاص ہیں مرغوب اُسے

معرفت کے ساتھ کرتا ہے نباہ
قلبِ آزردہ پہ رکھتا ہے نگاہ

جو ہے وہ اُس کے لئے اک راز ہے
اس کا دل محبوب کی آواز ہے

نانک اس کے دم سے ملتی ہے نجات
ہر بشر کے لب پہ اُس کی ہیں صفات

عارفِ کامل کا ہے صرف ایک انگ — بادۂ وحدت ہے اسکی ہر اُمنگ
ذکرِ واحد ہے غذائے حق شناس — پاس تک آنے نہیں دیتا ہراس
ذکرِ حق اس کے لئے گھر بار ہے — اُس کا باطن اس کا دل بیدار ہے
ہے فنا کارِ غرور اس کا شعار — اُس کو رہتا ہے حقیقت کا خمار

کھیلتی ہیں اُس کے گھر میں راحتیں
نانکؔ اُس میں ہیں نہاں کُل عظمتیں

عارفِ کامل شناسائے کریم — عابدِ بے لوث شیدائے رحیم
بے نیازِ فکر ہے اس کا دماغ — اُس کو ملتا ہے حقیقت کا سُراغ
عارفِ کامل شگفتہ حال ہے — نیک طینت ہے بلند اقبال ہے
اُس کا دلبر اس طرح ملتا ہے کب — دامن صد چاک یوں سلتا ہی کب
عارفِ کامل کے صدقے جائیے — راہِ راسخ پہ طبیعت لائیے

شِو بھی ہے اُس کے تجسّس میں اسیر
بلکہ نانکؔ ہے وہ خود ربِّ قدیر

عارف کامل کی کچھ قیمت نہیں   سیرِ عالم کی اُسے حسرت نہیں

آشنا ہے کون اس کے راز سے   کچھ پتہ لگتا نہیں انداز سے

سر جھکا کر کیجیے اُس کو سلام   اُس کی وقعت ہے یقیناً لاکلام

سب کا مرشد سب کا مالک ہے وہی   ساجد و مسجود و سالک ہے وہی

اُس کی باتوں میں کہاں دخلِ قیاس   شانِ عارف سے ہے عارف روشناس

عارف کامل ہے بیشک لاکلام

نانکؔ اُس پر دم بہ دم بھیجو سلام

عارفِ کامل ہے روحِ کائنات   اُس کی محکومی میں ہے رازِ حیات

درس دیتا ہے وہ ہر جاندار کو   کھولتا ہے عقدۂ دشوار کو

سایہ افگن ہے وہ کُل آفاق پر   فوقیت حاصل ہے استغراق پر

ہے وہی کُل صورتوں میں جلوہ گر   ہے وہی سب حالتوں میں مستتر

عارفِ کامل ہے بے نام و نشاں   ہے وہی زینت دہِ کون و مکاں

خوبیٔ عارف کا عارف پر مدار

نانکؔ اُس سے کُل جہاں ہے پُر وقار

سکھ منی صاحب

شلوک

ہر گھڑی ہے جس کے لب پر اس کا نام
بھیجتا ہے دم بہ دم اس کو سلام
ہر جگہ آتا ہے جس کو وہ نظر
دیکھتا ہے جو اُسے شام و سحر
نانکؔ ایسے شخص کا ہو ذکر کیا
منزلِ ہستی کا ہے وہ رہنما

اشٹ پدی نویں

صادق الاقوال ہو جو اہلِ دل
جو فراقِ یار میں ہے مُضمحل
غیر پر اُٹھتی نہیں جس کی نظر
لذتِ فانی سے ہو جس کو حذر
ہے جو اہلِ عشق کا خدمت گذار
اور ہے پاکیزہ تر جس کا شعار
غیبتِ اغیار جو سُنتا نہیں
جو درِ نکبت پہ سر دھنتا نہیں
تارک الدنیا ہے جس کی ہر ادا
ہو گیا جو ہر تعلق سے رہا

نانک ایسا شخص ہے لاکھوں میں ایک
جس امانت دار کی نیت ہے نیک

ہندوؤں میں ویشنو ہے وہ بشر
ہے شراب و گوشت سے جس کو حذر

لمبے لمبے کھینچتا ہے جو تلک
جو جھکا لیتا ہے مندر میں پلک

جس کی گردن بستۂ زنار ہے
جو بتوں کے ذکر سے سرشار ہے

درحقیقت ویشنو ہے وہ بشر
خوش ہے جسکے حال پر پرمیشور

خواہشوں سے مجتنب رہتا ہے وہ
زہد کے طوفان میں بہتا ہے وہ

ہے نکو کاری سے جس کا دل فقیر
اور اپنے آپ کو سمجھے حقیر

جو نتائج پر نظر کرتا نہیں
دولتِ دنیا پہ جو مرتا نہیں

نند لالہ کا یہی فرمان ہے
اہلِ عرفاں کا یہی ایمان ہے

پیارا ہو جس کے لئے ہر ایک فرد
دوستوں کو جو کرے تلقینِ حمد

رتبۂ معراج پاتا ہے وہی
نانک اس کا راگ گاتا ہے وہی

بھگوتی ہے وہ جو نخوت چھوڑ دے — ظالموں کا کاسۂ سر توڑ دے
تاکہ دل سے وہم باطل دور ہو — اور مئے توحید سے مسرور ہو
ہو پرستاری برحق سے لگاؤ — صحبتِ اقدس میں ہو کچھ رکھ رکھاؤ
زہر عصیاں کا پیالہ توڑ دے — دامنِ کبر و رعونت چھوڑ دے
چھوڑ دے دنیائے عشرت کا خیال — اور مٹا دے باغِ دولت کا خیال

نذرِ یادِ یار کر دے اپنی جان
نانک ایسا بھگوتی پاتا ہے مان

ہے وہی پنڈت جو دل کا صاف ہو — واصلِ حق، حاملِ انصاف ہو
جس کا سینہ ہو مقامِ کردگار — ہو سُمرن ذکرِ حق جس کا شعار
ایسے پنڈت کی ہدایت سے ہر ایک — شادماں ہوتا ہے اور بنتا ہے نیک
جو غرض مندی کو دل دیتا نہیں — ایسا پنڈت جنم پھر لیتا نہیں
جان دے جو وید کی تعلیم پر — جو نہ شیدا ہو رجا پر بیم پر
چار ورنوں کو جو اعلیٰ درس دے — اور خود بھی کل جہاں سے درس لے

نانک اُس پنڈت کا لازم ہے وقار
اُس پہ کرنا چاہئے تن من نثار

ہر کتابِ مذہبی کی میمنت بخششِ ہے بادۂ روحانیت
چار ورنوں میں سے کوئی بھی ورن گر کریگا بھگت و تسل کا بھجن
مُکت ہو جائے گا اس سنسار سے چھوٹ جائے گا وہ ہر آزار سے
صُحبتِ عارف کو پاتا ہے کوئی جادۂ طاعت پہ آتا ہے کوئی
شاہدِ یکتا کا ہو جس کو خیال دیکھتا ہے وہ نظر خیرہ جمال
دُکھ مٹاتا ہے وہی حیوان کا نیک و بد کا عاقل اور نادان کا
ہے وہی چارہ گرِ دردِ نہاں ہے وہی دونوں جہاں کا مہرباں

یہ سعادت یوں نہیں ہوتی نصیب
نانکؔ اس مالک کا ہو پہلے حبیب

غرق ہیں تسلیم میں جس کے حواس ہے اُسی کا نام سچّا رام داس
حسنِ یکتا اُس کو آتا ہے نظر ہے وہی بس ذی سمجھ و ذی اثر

دل کو تڑپاتی ہے دلبر کی طلب — داس کا پایا ہے یوں اُس نے لقب

جانتا ہے جو محبّت کے اصول — ہے وہی سرکارِ عالی میں قبول

اپنے جس بندے پہ ہے وہ مہرباں — اُس کو ملتا ہے حقیقت کا نشاں

سب سے رکھتا ہے بظاہر اختلاط — ہے مگر اُس سے حقیقی ارتباط

اس طرح ہوتی ہے تشکیلِ سپاس
اس طرح بنتا ہے نانک اُسکا داس

حکمِ جاناں پر جو کرتا ہے عمل — اُس سے ہوتی ہے ہری شاخِ اہل

رنج و راحت میں نہیں تمیز اُسے — مضطرب کرتی نہیں یہ چیز اُسے

وہ سرورِ حق سے مالامال ہے — مستِ یادِ یار ہے خوشحال ہے

خاک، سونا، زہر اور آبِ حیات — دیکھتا ہے سب میں وہ یکساں صفات

کیا گدائے بے نوا، کیا بادشاہ — ہے برابر سب پہ عارف کی نگاہ

علم کا سرمایہ وہ کھوتا نہیں — خرّم و غمگیں کبھی ہوتا نہیں

عالمِ رویا میں وہ آباد ہے
نانک اُس کی زندگی آزاد ہے

حسنِ بے پایاں کے ہیں سارے مقام ہیں اُسی کے ہاتھ میں سب انتظام
جس کو جو اس نے دیا، اس نے دیا جس کو جو اس نے کیا، اُس نے کیا
ہے اسی کے ہاتھ میں تقسیم کار ساری باتوں کا وہی ہے ذمہ دار
موج کے آنچل میں پنہاں ہے، وہی گل کے سینے میں نمایاں ہے وہی
کب ملا اُس حسنِ کامل کا نشاں پیکرِ خاکی کہاں اور وہ کہاں
یوں نہیں جامِ خرد بالکل تہی ہے بقدرِ علم سب کو آگہی

مضمحل۔ مغموم۔ پاگل۔ پائمال
ہو گئے نانک عبادت سے نہال

بے شمار انسان ہیں طاعت گذار لیکن اس کا کون پا سکتا ہے پار
نانک اُس کی حکمتِ ذی اقتدار
کائناتِ دل کی ہے آئینہ دار

اشٹ پدی دسویں

ہیں کروڑوں عابد و خدمت گذار ہیں کروڑوں کار دار و اہل کار

تیر تھوں پہ ہے کروڑوں کا قیام دشت و وادی ہے کروڑوں کا مقام

ہیں کروڑوں وید اقدس پر نثار ہیں کروڑوں شاغلانِ ذی وقار

ہیں کروڑوں یوگ میں ڈوبے ہوئے ہیں کروڑوں جوگ میں ڈوبے ہوئے

غور کرتے ہیں لغت پر سیکڑوں ہیں فدا اسم و صفت پر سیکڑوں

ڈھونڈتے ہیں سیکڑوں اس کا نشاں

ہے مگر نانک وہ بحرِ بے کراں

ہیں کروڑوں شان و شوکت پر نثار ہیں کروڑوں بد خصال و بد شعار

ہیں کروڑوں سنگدل، جابر، بخیل ہیں کروڑوں عیب جو، کاہل، ذلیل

ہیں کروڑوں راندہ پائے زوال ہیں کروڑوں بد زبان و بدسگال

ہیں کروڑوں تند خو، آشفتہ خو پھرتے ہیں دولت کی خاطر کو بہ کو

ہر بشر کو کچھ نہ کچھ مقدور ہے اپنے اپنے کام پر مامور ہے

سکھ متی صاحب

نانک اس کی ہر ادا ہے بے مثل
بیکراں ہے شانِ قدّام ازل

ہیں کروڑوں نام کے جوگی جتی
ہیں کروڑوں دہر میں شاہ و غنی
سانپ، پتھر اور پرندے بے شمار
باغ، ویرانے جرندے بے شمار
ہیں کروڑوں طبقہ ہائے ارض و آب
ہیں کروڑوں ملک و ملت کے نصاب
چاند، سورج اور ستارے بے شمار
چرخ کے ساکن فرشتے بے شمار
اندر جس کے سر پہ شاہی تاج ہے
عالم بالا پہ جس کا راج ہے

سب ہیں قانونِ الہیٰ کے اسیر
ہے وہی نانک مقدّم اور قدیر

سیکڑوں دلشاد ہیں ناشاد ہیں
سیکڑوں برباد ہیں آباد ہیں
مفسد و مخلص، ریاکار و شریف
ناتوان و لاغر و زار و نحیف
ہیں اخوت کی کہانی بے شمار
ہیں کتاب آسمانی بے شمار
موتیوں کی کان ہیں لا انتہا
ذی حشم، ذی شان ہیں لا انتہا

پاک اور ناپاک روحیں بے شمار　　بے شمار اجسام ارضی اور بیار

نانک اس کی ذات ہے سب کی حبیب

ہے وہی سب سے الگ سب کے قریب

ہیں کروڑوں ساکنِ زیرِ زمیں　　ہیں کروڑوں عرشِ بالا کے مکیں

ہیں کروڑوں خرمنِ موت وحیات　　ہیں کروڑوں دشمنِ وصف وصفات

بے شمار اہلِ ادب بے کار ہیں　　بے شمار انساں ستم بردار ہیں

صاحبِ دام و درم ہیں بے شمار　　بہر زندوقفِ الم ہیں بے شمار

دیکھتا ہے جب ذی نفس کو وہ جہاں　　تا ابد تا حشر رہتا ہے وہاں

ہے اُسی پر سب کا نانک انحصار

ہے اُسی مالک کو سب کچھ اختیار

تارکِ لذت ہیں بیراگی بہت　　واصفِ دلدار ہیں راگی بہت

محو ہیں لاکھوں تلاشِ یار میں　　شغلِ طاعت میں غمِ دلدار میں

اور برآتی ہیں پیہم کوششیں　　مُثمرہ ہوتی ہیں سچی کاوشیں

تشنۂ دیدارِ جاناں ہیں بہت
عاشقِ اربابِ عرفاں ہیں بہت

پیار ہے معبودِ مطلق سے انھیں
ہے تعشق جلوۂ حق سے انھیں

جس پہ کرتا ہے وہ خود اپنی نظر
لائقِ تحسیں ہے نانک وہ بشر

بے شمار اقسام موجودات ہیں
بے شمار افلاک و مقبوضات ہیں

سیکڑوں اوتار آئے ہیں یہاں
کر گئے ہیں سیکڑوں قصّے بیاں

خلق ہے لاکھوں طریقوں کی امین
زندگی اور موت کی ہے یہ رہین

دائمی بس اک وہی دلدار ہے
بس اُسی کی ذات خود مختار ہے

جو نظر آتا ہے موجودات میں
وہ سما جاتا ہے اس کی ذات میں

سرِ حق سے آشنا کوئی نہیں
نانک اس کی انتہا کوئی نہیں

اُس کے لاکھوں بندگانِ خاص ہیں
مُتقی ہیں صاحبِ اخلاص ہیں

ہیں نصیب انوارِ روحانی انھیں
کھیل ہیں اسرارِ پنہانی انھیں

ہیں وہی آزادگانِ اختلاف
ذاتِ حق کا ہے انھیں کو اعتراف

نوش کرتے ہیں وہی آبِ حیات
ہیں وہی در اصل دانائے نکات

مُبتلا ہیں یادِ جاناں میں بہت　　غوطہ زن ہیں بحرِ عرفاں میں بہت
اپنے بندوں کا وہی ہے پاسباں
ہے اُسی کی ذات نانک مہرباں

شلوک

ہے وہی ممدوح سالک ہے وہی　　ہے وہی مخدوم مالک ہے وہی
طبقۂ ارض وسما میں ہے وہی　　منظرِ صبح ومسا میں ہے وہی
ہے اسی پہ ہر زماں کا انحصار
نانک اُس پر میں تہِ دل سے نثار

اشٹ پدی گیارھویں

ہے حکیم و عالم و آقا وہی　　جو اُسے منظور ہے ہوگا وہی
کرتا دھرتا ہے وہی ہر بات کا　　بھید کب ملتا ہے اس کی ذات کا
کُن کہا تو لگ گیا باغِ جہاں　　ہو گیا پھر سب کی نظروں سے نہاں
اُس کا اور ہٹی کے پتلوں پر مدار　　ہے اُسی پہ کُل جہاں کا انحصار

حکمِ عالی سے ہی ملتی ہے حیات　　اور بجھاتا ہے وہی دامِ وفات
عقدہ ہائے ہر شریف وہی فہیم　　باز ہوتے ہیں بہ احکامِ کریم
دیکھتا ہے آپ وہ اپنی بہار
ہے وہ نانکؔ بحرِ ناپیدا کنار

اس کی منظوری سے ملتی ہے نجات　　ہے وہی مشکل کشائے کائنات
پانی پہ پتھّر کو تیراتا ہے وہ　　صابروں پر رحم فرماتا ہے وہ
زندہ رکھ سکتا ہے وہ سانسوں بغیر　　ہر گنہ آلود کی اُس سے ہے خیر
اپنی قدرت سے شناسا ہے وہی　　سرورِ دُنیا و عقبیٰ ہے وہی
رازِ عالم ہے اسی پر آشکار　　اپنے کھیلوں پہ ہے وہ خود ہی نثار
ذرہ ذرہ میں نظر آتا ہے وہ
نانکؔ اپنا بھید خود پاتا ہے وہ

بندۂ مجبور کو کیا آگہی　　جو اُسے منظور ہے ہوگا وہی
ہو اگر انسان کا کچھ اختیار　　ہاتھ سے چھوڑے نہ دامانِ بہار
خاک بھی انساں کو مل سکتی نہیں　　بسکہ اک پتّی بھی ہل سکتی نہیں
زندگی کیا ہے، دکھوں کی غار ہے　　اُس کو یوں ہی زندگی سے پیار ہے

گر حقیقت آشنا ہوتا بشر | تا ابد لذّات سے کرتا حذر
کس قدر ہے تیز شہباز گماں | دم زدن میں دیکھ آتا ہے جہاں

جس کا نانک خود وہ بنتا ہے حبیب
جامِ عرفاں اس کو ہوتا ہے نصیب

کس قدر وہ دلرُبا ہے دلنواز | ناز میں تبدیل کرتا ہے نیاز
جو بہت غمدیدہ ہے ناکام ہے | گمشُدہ۔ گم گشتہ اور گمنام ہے
اُس کو کر دیتا ہے مشہورِ زماں | اور دکھا دیتا ہے راہِ پُر اماں
آپ کرتا ہے جسے وہ فیضیاب | اُس موحّد سے نہیں لیتا حساب
جسم و قلب و روح کا نگراں ہے وہ | رحم فرمائے ہر اُس وجاں ہے وہ

خود وہ اپنی خلقتوں پہ ہے فدا
نانک اُس کی حکمتوں پہ ہے فدا

طاقتِ دوراں بہ دستِ خلق نیست | درمیانِ خاک وآدم فرق نیست
بردۂ بیدام ہے روحِ غریب | دستِ یزدانی میں ہے اسکا نصیب
قالبِ حیواں میں جاتی ہے کبھی | جامۂ انساں میں آتی ہے کبھی
گاہے غم آلود، گاہے شادماں | گاہے ہرزیاں کوش گاہے مدح خواں

ہے کبھی اوپر کبھی پاتال میں — گاہے آزاد اور گاہے جال میں

نانک اس کی شان ہے بے قیل و قال

بخشتا ہے آپ وہ اپنا جمال

بندۂ عاجز ہے تصویرِ الم — لائقِ الطاف۔ محتاجِ کرم

خوش کبھی تو روتا رہتا ہے کبھی — جاگتا ہے سوتا رہتا ہے کبھی

گاہے پُر تمکین گاہے پُر غضب — گاہے غمگیں گاہے عکاسِ طرب

گاہے سلطانِ جہاں گاہے فقیر — گاہے عشرت کوش اور گاہے امیر

گاہے خوش کام اور گاہے تشنہ کام — گاہے بدنام اور گاہے نیک نام

ہے وہی نانک ہمارا غم گسار

بس۔ اُسی محبوب پہ ہیں ہم نثار

یہ بشر یہ بندۂ رسم و رواج — معصیت آلود۔ آشفتہ مزاج

شاستروں کے گُن سناتا ہے کبھی — یوگ کے سادھن بتاتا ہے کبھی

گاہے جپ کرتا ہے گاہے یادِ یار — گاہے لے آتا ہے دل میں انتشار

مُور بنتا ہے کبھی ہیلِ دماں — اور ہوتا ہے کبھی یہ شادماں

ناوکِ غم کا کبھی بنتا ہے صید — اور تناسخ میں کبھی ہوتا ہے قید

گاہے سو سو طرح کے بھرتا ہے رُوپ
چاہتا ہے چھاؤں گاہے گاہے دھوپ
اُس کی جو مرضی ہے کرتا ہے وہی
نانکؔ اُس کو دیکھ یکتا ہے وہی

یہ بشر خلوت میں جاتا ہے کبھی
سایۂ عارف میں آتا ہے کبھی
واپسی کا عزم کب ہوتا ہے پست
بادۂ توحید میں رہتا ہے مست
ہے بقا آنند ہر عارف کا فضل
جسم و جاں ہیں اُس جگہ ہم رنگ و شکل
دودھ پانی جیسے ملتے ہیں بہم
زخم و گل جس طرح کھلتے ہیں بہم
نور میں اس طرح ضم ہوتا ہے نور
آنے جانے کی خلش رہتی ہے دُور
بزمِ حقانی میں کرتا ہے قیام
نانکؔ اُس کے فیض سے بھرتا ہے جام

شلوک

بندۂ مسکیں کو رہتا ہے سرور
کارگر ہوتا نہیں اُس پہ غرور
اس کا شیوہ ہے خلوص و انکسار
ایشور کا پریم ہے اس کا شعار!

نانک اہلِ سطوت و اہلِ حشم
مِٹ گئے لوحِ جہاں سے ایک دم

اشٹ پدی بارھویں

جس کے دل میں سلطنت کا ہے غرور
نارِ دوزخ میں وہ جلتا ہے ضرور

خودسری جس شخص کا کردار ہے
اس سے ہر پیر و جواں بیزار ہے

آپ کو فاعل جو دیتا ہے قرار
ہے وہی ناداں تناسخ کا شکار

جو اسیرِ نخوتِ املاک ہے
وہ نجاست کی طرح ناپاک ہے

جس کی رہتی ہے امارت پر نگاہ
دشمنِ اخلاق ہے وہ روسیاہ

وجہِ راحت ہے جسے سوزِ دروں
نانک اُس کو مل گیا صبر و سکوں

کِس لئے ہوتا ہے دولت پر نثار
ساتھ کیا لے جائے گا اے نابکار

جانتا ہے خود کو جو اعلیٰ وقار
ایک دن ہوگا زمانے میں وہ خوار

قوتِ لشکر پہ ہے جس کی حیات
اُس کی ہستی بے اصول و بے ثبات

جس کی نخوت کا فسانہ ہے طویل
ایک دن وہ بے خبر ہوگا ذلیل

اور ہنسے گی اُس پہ قسمت ایکدن
موت کو دے گا وہ دعوت ایکدن

نیز جو انساں ہے نانک با اصول
ہوگا وہ سرکارِ اقدس میں قبول

گر نکوکاری سے شہرت ہے مُراد
روزِ روشن بھی شبِ دیجور ہے
راحتِ اغیار سے جو ہے ملول
ہے پسند اپنی ثنا خوانی جسے
ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے وہ

گر عبادت سے فضیلت ہے مُراد
منزلِ مقصود کو سوں دُور ہے
کس طرح وہ بارِ حق میں ہو قبول
ذکرِ حق سے ہو پریشانی جسے
صفحۂ دنیا سے مٹ جاتا ہے وہ

جس کی نیکی میں ہو پنہاں انکسار
ہے وہی نانک حقیقی ذی وقار

جب تک اپنی زندگی پر ہے نظر
آپ کر سکتا ہوں اپنا کام میں
پائے غم پر ہے جبیں اُس وقت تک
جب تک اپنا اپنا ہے اور غیر غیر
وَلولہ جب تک ہے موجودات کا
بدلی اس وقت تک جاتی نہیں

جب تک اس بدبخت کو ہے یہ خبر
آپ بھر سکتا ہوں اپنا جام میں
رنج ہے دل میں نگیں اُس وقت تک
کس سے ہو سکتا ہے تب تک کارِ خیر
غلغلہ جب تک ہے محسوسات کا
شادمانی کی خبر آتی نہیں

سکھ منی صاحب

نانک اُس کی حمد گر مرغوب ہو
خودپسندی، خودسری مغلوب ہو

ایک ملتا ہے تو دس کی آرزو
دس کے ملنے پہ ہے سو کی جستجو

جمع کرتا رہتا ہے دولت یونہی
ہوتی رہتی ہے جواں حسرت یونہی

ایک لذّت کا جو مٹتا ہے اثر
دوسری لذّت پہ اُٹھتی ہے نظر

الغرض آتا نہیں دل کو قرار
اور لُٹ جاتی ہے ہستی کی بہار

بندۂ ناچیز کی تدبیر کیا
خواب کیا اور خواب کی تعبیر کیا

دلبری رقصاں ہے اُسکے نام میں
بادۂ اُلفت ہے اُس کے جام میں

اور یہ ہے تقدیر والے کو نصیب
نانک اُس کا ذکر ہے سچّا حبیب

ہے اُسی کے ہاتھ میں تکمیلِ کار
ہے وہی زینت دہِ ہر برگ و بار

آدمی کو فکر کی جرأت کہاں
خاک کی چٹکی کہاں رفعت کہاں

ہے وہی ذاتِ احد ہر بات میں
دوئیت ہے شامل کب اُسکی ذات میں

دہر اُس کے عشق کی تصویر ہے
حُسن وہ یہ حُسن کی تنویر ہے

ہے وہی سب کے قریب اور سب سے دُور
دیکھتا ہے خود حسین آپ اپنا نور

حق و باطل میں وہی کرتا ہے فرق
خود ہے اپنی کثرت و وحدت میں غرق
ہر سبب میں ہے نہاں ہر چند وہ
آمد و شد کا نہیں پابند وہ
ہے وہی قہّار و ستّار و رحیم
نانک اُس کی ذات ہے ذاتِ قدیم

ہے اتالیق اور ہادی آپ وہ
کُل زمانے کا ہے بانی آپ وہ
عالمِ کثرت میں ہے تفصیلِ راز
اور وجودِ خاک ہے تفسیرِ ناز
سب اُسی کا ہے وہی خلّاق ہے
ہے وہی مالک وہی رزّاق ہے
اُس سے کچھ بھی رہ نہیں سکتا بعید
اُس کی جلوہ گاہ ہے قلبِ سعید
ہے وہی اپنے گلستاں کی بہار
ہے اسی پر کُل تماشوں کا مدار
قلبِ عالم میں ہے اس کا ہی مکاں
اور قلبِ عالم اس میں ہے نہاں
نانک اُس کی عظمت و حکمت کہاں
اور کہاں انسان کی عاجز زباں

مقتضائے ہر سہ عالم ہے وہی
مالک و مخدوم و محرم ہے وہی
یہ حقیقت ہے اُسی پر آشکار
قولِ مرشد پہ ہے جس کا دل نثار
اس کی ہر تجویز ہے حق آفریں
اور سمجھتا ہے اُسے گوشہ نشیں

تیرا جلوہ کتنا دل آویز ہے
تیری صورت کتنی جلوہ ریز ہے

کتنا جاں پرور ہے تیرا فیض عام
کس قدر پاکیزہ ہے تیرا کلام

اُس کا سُننا اور سنانا بھی ہے فرض
اور سینوں میں بسانا بھی ہے فرض

ہر دلِ صابر میں ہے تیرا ظہور
بے خبر ہے تجھ سے لیکن ناصبُور

کب رہا سرمستِ طاعت تشنہ کام
نانکؔ اُس کا ورد ہے راحت کا جام

شلوک

جو بشر ہے بھگت کے زیرِ پناہ
اُس کو مل جاتی ہے دینداری کی راہ

بھگت کی جو عیب جوئی میں ہے شاد
نانکؔ اُس کا دل ہے مرہونِ فساد

وہ گھِرا رہتا ہے ناقص حال میں
قید ہے آواگمن کے جال میں

اشٹ پدی تیرھویں

غیبتِ عارف میں جو مسرور ہے
صاف رستے سے وہ کوسوں دُور ہے

تشنہ کام عمرِ طولانی ہے وہ ظُلم پیشہ ہے ستم بانی ہے وہ
موت سے ملتی نہیں اسکو نجات اور گراں رہتی ہے اس پر کائنات
شادی و آرام و عزّ و اقتدار عظمت و توقیر و تسکین و قرار
خاک ہو جاتے ہیں اُس کے واسطے اور دُکھ آتے ہیں اُس کے واسطے
بسکہ عارف کی اگر ہو اک نگاہ
نانکؔ اُس پاپی کو مل جائے پناہ

عارفوں کو جو بتاتا ہے بُرا اُس کو مل جاتی ہے پیری کی سزا
جلتا ہے وہ آتشِ تحقیر میں فکر کی فرصت کہاں تقصیر میں
قالب حیواں میں ہوتا ہے خراب مول لیتا ہے ہمیشہ کو عذاب
بنتا ہے کیڑا کبھی موذی کبھی دیکھتے ہیں اُسکو نفرت سے سبھی
اور کہہ دیتی ہے راحت خیرباد دل میں گھر کرتے ہیں دُنیا کے فساد
جاہ و حشمت سے نہیں رہتا وفاق ذلت و نفرت اُڑاتی ہیں مذاق
دل کی پژمردہ کلی کھلتی نہیں منہ چھپانے کو جگہ ملتی نہیں
بسکہ عارف کو اگر منظور ہو
نانکؔ اُس کی ہر مصیبت دُور ہو

بھگت کی کرتا ہے جو بے عزتی
ٹوٹتا ہے قہر اُس پر قدرتی
زندگی رہتی ہے دائم اُس پہ بار
حشر تک آتا نہیں اس کو قرار
ڈالتے ہیں سب حقارت کی نگاہ
ٹھوکریں کھاتا ہے مثلِ سنگِ راہ
زیست ہو جاتی ہے ظالم پر حرام
اور خدا کی مار پڑتی ہے مدام
مرثیہ پڑھتی ہے اُس کا سر خوشی
بھاگتی ہے دور اس سے راستی
چرخ ہنستا ہے عداوت کیش پر
تھوکتے ہیں لوگ بد اندیش پر
مضطرب رکھتی ہیں دل کی حسرتیں
اور تڑپاتی ہیں ہر دم آفتیں

تاہم اُس پر گر کرے عارف کرم
دور ہو نانک غم و رنج و الم

حرف گیرِ عارفِ عالی خیال
جی ہی جی میں ہوتا رہتا ہے نڈھال
وہ کسی کا دوست بن سکتا نہیں
روٹھ جاتا ہے تو من سکتا نہیں
ارتکابِ جرم کرتا ہے مدام
ہر نفس بے موت مرتا ہے مدام
اُسکی گنتی فتنہ برداروں میں ہے
خود پرستی اس کے غمخواروں میں ہے
اس کا شیوہ انتقام و افتراق
اُس کی فطرت ناشناسِ اتفاق
دوستی رکھتی ہے اُس سے خودسری
وہ تناسخ سے نہیں ہوتا بری
سعیٔ نازیبا میں غلطیدہ ہے وہ
لذتِ دنیا کا گرویدہ ہے وہ

پھر بھی نانک گر ہو عارف کو خیال
ہو میسر اُس کو خالق کا وصال

ذاتِ عارف کو جو کہتا ہے بُرا
وہ زمانے بھر میں رہتا ہے بُرا
اُس کا ہر انداز ہے اندوہناک
جنگلوں میں چھانتا پھرتا ہے خاک
وہ کسی اچھائی پر مائل نہیں
عزت و اعزاز کے قابل نہیں
اُس کا دل مُردہ سیہ اس کا ضمیر
اُس کا باطن ہر بُرائی میں اسیر
ناقص و بیجا ہے اس کا ہر شعار
چند روزہ اُس کی ہستی کی بہار
اُس کی کھیتی لہلہا سکتی نہیں
سوکھ جاتی ہے مگر پکتی نہیں
پھر بھی مٹ سکتی ہیں اُس کی مشکلات
ہو اگر عارف کی چشمِ التفات

سایۂ عارف سے جو کرتا ہے عار
وہ ہر اک سے کھائے بیٹھا ہے اُدھار
اُس کے منصوبوں کی دنیا خاک ہے
اُس کی ہستی ماہیٔ بے آب ہے
بدشعاری میں کمی آتی نہیں
خودنمائی کی ہوس جاتی نہیں
اِس طرح گاتا ہے وہ نخوت کا راگ
جس طرح ہوتی ہے تیز ایندھن میں آگ
معصیت کاری میں کھو جاتا ہے وہ
دین سے بے دین ہو جاتا ہے وہ

دل میں سچائی کی خو رہتی نہیں | معرفت کی آرزو رہتی نہیں
کثرتِ غم سے اکھڑ جاتی ہے سانس | چبھتی رہتی ہے ہمیشہ دل میں پھانس

نیکوں کا تخم بوتا ہے وہی
اُس کی جو مرضی ہے ہوتا ہے وہی

ذاتِ عارف کی مذمت ہے گناہ | ہر طرح بدخواہ ہوتا ہے تباہ
صحت و آرام کرتے ہیں سلام | تن بدن پر پھوٹ پڑتا ہے جذام
اُس پہ مالک کی نظر رہتی نہیں | نیک و بد کی کچھ خبر رہتی نہیں
ایڑیوں کے بل سرکتا ہے مُدام | اور سسکتا ہے بلکتا ہے مُدام
یاس و حرماں کے اندھیرے میں ہے وہ | رنج اور آفت کے گھیرے میں ہے وہ
بولتا ہے جھوٹ سچ ہر ایک سے | بے خبر رہتا ہے راہِ نیک سے

نانک اُس قسمت کی جو تحریر ہے
زندگی کے خواب کی تعبیر ہے

ہیں اُسی مالک کے کُل اجسام و جاں | ہے وہی مخلوق کا آرام و جاں
شرک کا غلبہ مٹانا چاہیئے | اُس کے آگے سر جھکانا چاہیئے
ہر گھڑی تم معرفت سے کام لو | ہر نوالہ پر خدا کا نام لو

ہے اُسی سے ہر دو عالم کا ظہور ہے وہی دل کا سُرور آنکھوں کا نور
جس نظر سے جیسا کرتا ہے عمل ویسا ملتا ہے عمل پیرا کو پھل
آپ اپنا کھیل کرتا ہے غفورؔ آپ ہے اپنی محبت کے حضور
کون کر سکتا ہے رازِ حق عیاں ہے میسّر کس کو یہ زورِ بیاں
جس پہ ہوتی ہے نگاہِ کردگار درحقیقت ہے وہی طاعت گزار

بس! وہی نانکؔ بلند اقبال ہے
بس! وہی خوش خلق اور خوشحال ہے

شلوک

چھوڑ دو چالاکیوں کو چھوڑ دو غافلو! بیباکیوں کو چھوڑ دو
قادرِ مطلق پہ رکھو اعتماد پوری کرتا ہے وہی دل کی مُراد

ہو گیا نانکؔ اگر اس کا کرم
دُور ہو جائیں گے سب رنج و الم

اشٹ پدی چودھویں

دینے والے کا نہیں جب اعتقاد مانگنے والے پہ پھر کیا اعتماد

دینے والا ہے جہاں میں بس وہی ہے فنا کارِ غمِ بے کس وہی
باعثِ آسودگی اُس کا کرم اُس سے بندھ جاتا ہے مفلس کا بھرم
بے ثمر رہتی نہیں شاخِ مراد ختم ہو جاتا ہے سب فسق و فساد
ہے محافظ اور معاون بھی وہی شب کی ظلمت بھی وہی دن بھی وہی
مُنسلک کر رشتۂ دل میں اُسے نام لے تُو اُس کا اُٹھتے بیٹھتے
نانک اُس سے ہی تعلّق ہو اگر
کیسا پھر نقصان پھر کیسا ضرر

اے دلِ ناداں! خُدا کو یاد کر اک اُسی مشکل کُشا کو یاد کر
دل پہ نقشِ یادِ دل آرام ہو آنکھ میں صورت لبوں پہ نام ہو
صحبتِ عارف میں ملتا ہے سکوں اور مٹ جاتا ہے کُل سوزِ دروں
معرفت کے راستے پر رکھ قدم پھر کہاں یہ فکر و غم رنج و الم
وِردِ حق سے خودسری رہتی نہیں آرزوئے برتری رہتی نہیں
ہاتھ اچھے کام کی خاطر اُٹھیں کان ہر صورت صدائے حق سُنیں
نانک اس طرزِ عمل سے بایقیں
ایک دن جلوہ فگن ہو گی جبیں

وہ بشر خوش بخت و خوش اقبال ہے
درحقیقت ہے وہی سرمایہ دار
فی الحقیقت لگ گیا وہ کام پر
اسکو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے
جو سمجھتا ہے خدا کو لاشریک
دین و دنیا کی خبر رکھتا ہے وہ
ہے تعلق جس کو یاد یار سے

یاد حق میں جو پریشاں حال ہے
جس کا دل ہے محو یاد کردگار
دل سے جو صدقہ ہے اسکے نام پر
در خور عزت سمجھنا چاہیئے
بزم دنیا میں وہ ہوگا کیا شریک
حق و باطل پر نظر رکھتا ہے وہ
دور ہے نانک وہی سنسار سے

جو بہ فضل مرشد عالی خیال
ختم ہو جاتی ہیں اس کی خواہشیں
صحبت عارف میں جو عالی شعار
اسکے سارے رنگ ہو جاتے ہیں دور
ہرنت اسکے رحم پر ہے جو بشر

جانتا ہے اپنی ہستی کا مآل
کھا نہیں سکتا کبھی وہ لغزشیں
ہر گھڑی رہتا ہے محو کردگار
اور مٹ جاتے ہیں کل فسق و فجور
موت سے کیسا اسے خوف و خطر

جس کو اس کی ہوگئی سچی لگن
نانک اس کو کیسا غم کیسا محن

جسکے دل میں ہے وہ نانک جا گزیں
زندگی میں اس کو کوئی دکھ نہیں

بخشتا ہے جس کو وہ کارِ ثواب — اُس بلند اقبال کو کیا عذاب
یونکہ حق آتا ہے اُسکو حق نظر — خود وہ اپنے فعل میں ہے مُستتر
عقل ہے اس کی کھُلے بندوں گواہ — کھولتی ہے بھید مُرشد کی نگاہ
جب کہیں ڈالو نگاہِ دُور بیں — ذرہ ذرہ میں وہی ہے جا گزیں

ہے وہی نانک بہارِ کائنات
وا اُسی سے ہیں تعیّن کے نکات

زندگی اور موت کی شورش کہاں — پیدا خود کرتا ہے وہ اپنا نشاں
یہ زمیں یہ آسماں یہ ہست و بُود — آنا جانا۔ دیکھا ان دیکھا وجُود
سب کو اپنا کر کے رکھا ہے مُدام — ہے اُسی کا ذرّہ ذرّہ میں مقام
سو طریقوں سے بناتا ہے جہاں — غیر فانی۔ ہے مگر وہ مہرباں
اُسکے اجزا ہو نہیں سکتے کبھی — ہے بنانے والا دنیا کو وہی
کیا نظر میں آئے گا اس کا جمال — ہے بعیدِ فہم اُس کا ہر کمال

نانک اُس کو عقل میں یوں کون لائے
خود وہ اپنا ذکر چاہے تو کرائے

حکمتِ خالق سے ہے جو آشنا — لائقِ عزّت ہے وہ مردِ خدا

اور فرحت بخش ہے اُس کا کلام
وہ تکبّر سے کہاں لیتا ہے کام
بندگانِ حق دلاتے ہیں نجات
اور مٹا دیتے ہیں ساری مُشکلات
اُس نے خود بخشا اُنھیں اپنا وصال
اور خود رکھتا ہے وہ اُن کا خیال
اُن کے خدمتگار ہیں وہ ذی شعار
مہرباں ہوتا ہے جن پر کردگار
اور وہی خوش بخت و خوش اقبال ہیں
باغِ دنیا میں وہی خوش حال ہیں

ذکرِ حق سے ہے بلند اُن کا مقام
نانک اُن کو مانئے اہلِ کرام

صاحبِ تقدیس جو کرتا ہے کام
وہ خُدا کے ساتھ ہے ہر صبح و شام
ماسوا سے نے نہیں سکتا اثر
اور اُسے پہچانتا ہے وہ بشر
جو یہ سمجھے جس کا یہ ایمان ہے
یہ تماشہ گاہ اُس کی شان ہے
جلوۂ معبود پر مرتا ہے وہ
خدمتِ خلقِ خُدا کرتا ہے وہ
محو ہے وہ اپنے پالن ہار میں
غرق ہے وہ موجۂ انوار میں

چھوڑ سکتا ہے کبھی وہ راہ نیک؛
بندہ حق اور حق نانک ہے ایک

شلوک

ذاتِ حق ہے حُسنِ کُل حسن تمام　　واقفِ ہر رمز و اجمال و مرام
جس کی بھگتی میں نہاں مُکتی کا سار
نانک اُس پر ہوں میں تن من سے نثار

اشٹ پدی پندرھویں

ٹیک ہے وہ بے کس و بے یار کی　　پرورش کرتا ہے ہر جاندار کی
سب کی روزی کا وہ رکھتا ہی خیال　　پھر کسے روزی رساں سے ہو ملال
جلوۂ دلبر میں ہو اے دل اسیر　　غیر فانی ہے وہ اور ہے بے نظیر
اپنی تدبیروں سے کب کُھلتا ہے راز　　ہر مرض کا اِک وہی ہے چارہ ساز
اور اپنا کون ہے اُس کے سوا
ہو فدا نانک تو اُس پر ہو فدا

کیوں کسی کے حُسن پر شیدا ہے تو　　جلوۂ حق کو کبھی سمجھا ہے تو
اہلِ دولت ہو کے کیوں کرتا ہے ناز　　دینے والا ہے وہی بندہ نواز

مردِ میداں تُو ہوا تو کیا ہُوا　　حملہ کر اُس کی حمایت کے بنا
کچھ دیا تو آ گیا تجھ میں غرور　　ہے وہی سچّا سخی سچا غفور
فیضِ مُرشد سے مٹی جس کی خودی
ہے وہی نانک خردور اور غنی!

جس طرح گھر کا سہارا ہے ستُوں　　اِس طرح مُرشد سے ملتا ہے سُکوں
جیسے پتھر ناؤ میں ہوتا ہے پار　　اس طرح مُرشد سے ملتا ہے قرار
جیسے تاریکی میں روشن ہو چراغ　　اسطرح مرشد سے دل ہے باغ باغ
جس طرح صحرائے ناہموار میں　　جس طرح ویرانۂ پُرخار میں
گمشدہ ہو راہ مل جانے سے شاد　　اسطرح مُرشد سے مِلتی ہے مُراد
چاہتا ہوں مرشدوں کی خاکِ پا
میرا نانک ہے یہی اک مُدعا

رُونے دھونے سے تجھے کیا مل گیا　　جو تری تقدیر میں تھا مل گیا
رنج و راحت ہیں اُسی کی بخششیں　　نذرِ مالک کر تو اپنی خواہشیں
سایۂ رحمت میں ڈھونڈ اپنی اماں　　خیر تری قعرِ غفلت میں کہاں
کور باطن! تیرے ساتھ آیا ہے کیا؟　　تُو نے اِن لذّات میں پایا ہے کیا؟

اُس کی پُوجا کر تو محویت کے ساتھ
نانک اپنے گھر کو جا عزت کے ساتھ

جو خزانہ لینے آیا ہے یہاں
وہ تو ذکرِ دلرُبا میں ہے نہاں
اور مل سکتا ہے وہ عارف کے گھر
لیکن اپنے آپ سے پرہیز کر
دل کے بدلے تُو یہ دولت مول لے
نامِ حق میزانِ دل میں تول لے
لاد کر یہ کھیپ لے بھگتی کی راہ
اور لذّاتِ جہاں پر رکھ نگاہ
ہر بشر بھیجے گا تجھ پر آفریں
بارگاہِ حق میں جھکے گی جبیں
سب سے عمدہ اک یہی بیوپار ہے
اس تجارت سے ہی بیڑہ پار ہے
کم ہیں لیکن تاجر اِن کا مگار
نانک ایسے تاجروں پہ میں نثار

برہم گیانی کے چرن دھو دھو کے پی
اور بھگتوں پر نچھاور ہو کے جی
اُن کی خاکِ پا سے کر اشنان تُو
کر تصدق اُن پہ اپنی جان تُو
اُن کی صحبت میں سنورتا ہے نصیب
اُن کی صحبت سے ہے عرفانِ حبیب
ہر بُرائی سے موحّد دُور ہیں
ایکتا کے جام سے مسرور ہیں
اُن کے سایہ میں جو انساں آ گیا
زندگی کے راز کو وہ پا گیا

مل گیا اُس کو سکونِ لازوال
نانک اُس کو ہو گیا حاصل کمال

زندگی دیتا ہے مُردے کو خدا — اور صبح و شام بھوکے کو غذا
اپنی دُنیا کا جو رکھتا ہے حساب — دونوں عالم ہیں اُسی سے فیضیاب
سب اُسی کا ہے، اُسی کا نام لے — دوسرا ہے کون جس سے کام لے
اے بشر! اُس کی پرستش کر مُدام — سب سے نیک اور سب سے افضل ہے یہ کام

کی عطا اُس نے جسے خوئے نیاز
بن گیا نانک وہ انساں پاکباز

اپنے مُرشد پہ ہے جس کو اعتبار — ہے وہی عابد وہی طاعت گزار
ہر سہ عالم میں وہی ہے نیک نام — کوئے وحدت میں جو پھرتا ہے مُدام
راستی ہے رہ گزر اُس کے لئے — زندگی ہے بے ضرر اُس کے لئے
رات دن سچائیوں سے کام ہے — اور زباں پر ایشور کا نام ہے
ہے نظر بھی اُسکی حق صورت بھی حق — دہر بھی حق عالم وحدت بھی حق

جس کسی کو ہو گیا عرفانِ حق
بن گیا نانک وہ انساں جانِ حق

شلوک

روپ ہے اُس کا نہ کوئی رنگ ہے | بے نشاں کا پھر نشاں کیونکر ملے
اُس پہ کھلتے ہیں یہ اسرارِ نہاں
جس پہ وہ ہوتا ہے نانک مہرباں

اشٹ پدی سولھویں

دلنشیں ہو جلوۂ حسن تمام | آدمی کے پریم سے تو رکھ نہ کام
ہے اُسی کا حسن سب میں جلوہ بار | ہے وہی بے پردہ سب میں پردہ دار
آپ ہی وہ ناظر و منظور ہے | نجر انساں سے وہ کوسوں دُور ہے
ساجد و مسجود و محرم ہے وہی | مرکزِ چشم دو عالم ہے وہی
جادۂ منزل وہی رہبر وہی | اور خطا پوش و جہاں پرور وہی
اُس کے بھگتوں کی قدمبوسی کروں
نانک اس کے عشق میں غلطاں رہوں

پوری کرتا ہے وہی سب کی مُراد | ہے اُسی کے ہاتھ میں بست و کشاد

جسکی آنکھوں کی اک ادنیٰ سی جھپک — مُوت میں گُم کر دے ہستی کی چمک
اس کی قدرت کو سمجھنا ہے مُحال — دیکھتا ہے آپ وہ اپنا جمال،
ہے وہی بحرِ سُرورِ جاوداں — اُس کے گھر میں نعمتیں ہیں بے گماں
شاہوں میں وہ شہ فقیروں میں فقیر — ہے وہی معبود و عابد اور امیر
خانہ داروں میں وہ خانہ دار ہے — ہر شئے عالم سے اُس کو پیار ہے

ہے وہی خادم وہی مخدوم ہے
نانکؔ اُس کی حد کسے معلوم ہے

محوِ حیرت ہیں فرشتے بھی جہاں — آدمی کی عقل کیا پہنچے وہاں
باپ کی عظمت کو کیا جانے پسر — بستۂ قانونِ حق ہیں بحر و بر
دی جنھیں عقلِ رسا عقلِ سلیم — ہر گھڑی پڑھتے ہیں وہ حمدِ کریم
اور دیا جن کو سُرورِ کائنات — ہیں وہ صرفِ گردشِ موت و حیات
ہیں بلند و پست اُسکے ہی مقام — ہے اُسی کے ہاتھ میں کُل انتظام

وہ جسے جیسا عطا کرتا ہے گیان
نانکؔ اُس کو ویسا ہوتا ہے گمان

اُسکی شکلیں مختلف اور گوناگوں — منکشف اُس نے کئے رازِ دروں

لاکھ ادائیں اُسکی اِک اِک بات میں — پھر بھی ہے یک رنگ اپنی ذات میں
باغبانی کی ہے اُس نے ستو طرح — ستو طرح فطرت پہ کی اُس نے جرح
ایک ہے وہ جزوِ کُل وہ کردگار — دم زدن میں کھیل کرتا ہے ہزار
سروویاپک ہے محیطِ کُل ہے وہ — گُل ہے وہ گلشن ہے وہ بلبل ہے وہ
ہے اُسی کو اپنی وحدت کی خبر — عظمت و رحمت کی قدرت کی خبر

ہیں اُسی کے سارے اجسام و مقام
سیکڑوں نانک ہیں اُس دلبر کے نام

ہے اُسی پر جانداروں کا قیام — ہے وہی برہمانڈ کا واحد مقام
کُل سمرتی سارے وید اور سب پُران — دیکھنے سُننے کی طاقت گیان دھیان
یہ زمیں۔ یہ آسماں۔ یہ صورتیں — کُل فرشتے اور کُل کیفیتیں!
دیوتاؤں کی سبھی آبادیاں — اور یہ چودہ طبق یہ وادیاں
سب اُسی کے حُسن سے پُرنور ہیں — سب اُسی کے نور سے معمور ہیں

جس پہ نانک رحم فرماتا ہے وہ
عالمِ لاہوت میں جاتا ہے وہ

اُسکی صورت حق ہے حق اُسکا مقام — کام اُسکا حق ہے حق اُس کا کلام

ہے وہی روحِ روانِ کائنات
ہے وہی روشن گرِ باغِ حیات
حق ہے جس خلاق کی تدوینِ خلق
حق و باطل میں وہی کرتا ہے فرق
اصل حق ہے اور حق اُس کا حصول
صرف اُس سے ہی ہوا حق کا نزول
حق میں ہے ڈوبی ہوئی اُس کی رضا
اور یہ سرمایہ ہوا جس کو عطا
اُس کو حاصل ہو گیا صبر و سکوں
مٹ گیا فکرِ جہاں، سوز دروں

نامِ خالق حق ہے اور راحت رساں
نانک اُس کا دھیان ہے فرحت رساں

برہم گیانی کی ہدایت بھی ہے نیک
جس سے ظاہر ہے وہ فطرت بھی ہے نیک
جو سمجھ کر بھی ہوا حق پر نثار
اُس رضا جو نے کیا ہستی کو پار
وہ بھی حق اُس کی جہانبانی بھی حق
انصرامِ بزمِ لا ثانی بھی حق!
ہے اُسی پر اُس کی قدرت آشکار
ہے اُسی پر اُس کے بندوں کا مدار
کون اُس کے بھید سے آگاہ ہے
عقلِ انسانی بہت کوتاہ ہے
موج کو ساحل کا اندازہ ہو کیا
فعل کو فاعل کا اندازہ ہو کیا

نانک اُس مالک کو جو منظور ہے
اُس کا بندہ اُس میں ہی مسرور ہے

بس گئی نظروں میں جب تشکلِ حبیب | زاہدوں کی ہوگئی حالت عجیب
جس پہ روشن ہے حقیقت کا نشاں | کیفِ باطن ہوگیا اُس پر عیاں
جس کو مالک پر ہے پورا اعتقاد | لطفِ مرشد سے ہوا وہ بامُراد
ہے وہی مرشد شناسائے نکات | جس کے قدموں سے ملی راہِ نجات
ہے بلند اقبال مُرشد کا غلام | جلوۂ مُرشد ہے حقیقت کا مقام

برکتِ مُرشد سے نانک ہر بشر
کوچۂ عرفاں میں کرتا ہے بسر

شلوک

ابتدائے ماسوا بھی ہے وہی | ماسوا کی اِنتہا بھی ہے وہی
آج بھی نانک اُسی کا ہے ظہُور
اور آئندہ بھی وہ ہوگا ضرور

اشٹ پدی سترھویں

حق ہے پائے یار بھی پابوس بھی | اور دانائے غمِ محسوس بھی

پردۂ منظور بھی ناظر بھی حق
عالم باطن بھی حق ظاہر بھی حق

یار بھی حق اور نام یار بھی
دین بھی حق اور حق دیندار بھی

کشف بھی وہ اور کاشف بھی وہی
وصف بھی وہ اور واصف بھی وہی

سجدہ و ساجد بھی اور مسجود بھی
حق ہے حمد و حامدِ و محمود بھی

ہے برائے مردِ زیرک حق ہی حق
اُس کا ہر عشوہ ہے نانک حق ہی حق

جس کا سینہ گیان سے بھرپور ہے
نورِ علم حق سے وہ معمور ہے

ذاتِ حق پر ہے جسے کامل یقیں
یادِ حق سے وہ بشر غافل نہیں

صدمۂ آزار سے چھوٹا غریب
واصلِ حق ہوگیا غربت نصیب

دو الگ اجزا ہوئے جب ایک جان
غیریت کا پھر کریں کس پہ گمان

یہ حقیقت جانتے ہیں مردِ نیک
نانک اُس میں رل کے ہوجاتا ہے ایک

ہے وفادار اپنے مالک کا غلام
مست رہتا ہے اطاعت میں مدام

حق پہ رہتا ہے اُسے کامل یقیں
اُسکا ہر اک فعل ہوتا ہے حسیں

جان ہتھیلی پہ اُسے ہمدست وہ
ہے اُسی کی یاد میں سرمست وہ

اپنے خادم کو وہی کرتا ہے پیار — اور وہی دیتا ہے آرام و وقار
اُسکا خادم ہے وہی عالی نژاد — اپنی رحمت سے جسے رکھتا ہے شاد

اور وہ خادم وہ مصروفِ عباد
دم بہ دم نانک اُسے کرتا ہے یاد

اپنے بندے کا بھرم رکھتا ہے وہ — ہر گھڑی چشمِ کرم رکھتا ہے وہ
بخشتا ہے آدمیت بھی وہی — اور دیتا ہے فضیلت بھی وہی
اپنے نوکر کا وہی ہے پاسباں — اُسکی حکمت ہے یقیناً بے کراں
کون ہے عابد کا ہمسر ہمخیال — رُتبۂ عابد کو حاصل ہے کمال

نانک اُس نے عقل دی جس کو تمام
ورِش دِشاؤں میں ہے اُس عابد کا نام

چیونٹی کو ایسی دے سکتا ہے جاں — جو مٹا دے لاکھ فوجوں کا نشاں
تا قیامت جس کا دیتا ہے وہ ساتھ — اُسکا اپنے ہاتھ میں لیتا ہے ہاتھ
آدمی کرتا ہے تدبیریں ہزار — لیکن آ سکتا نہیں صبر و قرار
مارنے اور پالنے والا ہے وہ — سبکی آفت ٹالنے والا ہے وہ

کس لئے غمگین ہے کیوں ہے نامراد
نانک اُس کا نام لے۔ کر اُس کو یاد

اُسکا ہر دم نام لینا چاہئے
راستی سے کام لینا چاہئے
مل گیا جس کو یہ لاثانی گُہر
اور کچھ آتا نہیں اُس کو نظر
نامِ حق ہے مایۂ عزت و وقار
ہے یہی ہمدم، یہی جانِ قرار
آ گیا جس کو پرستش میں سُرور
کر گیا وہ بحرِ ہستی کو عبور
سوتے اُٹھتے بیٹھتے مالک کا نام
دل سے لینا چاہئے نانک مُدام

خوبیٔ مالک رہے وردِ زباں
اپنے بندوں کا وہی ہے مہرباں
صاحبِ تقدیس ہیں طاعت گزار
اور رہتے ہیں وہ محوِ کردگار
حال و فردا کی خبر رکھتے ہیں وہ
پہلوئے شب میں سحر رکھتے ہیں وہ
اُن کی عظمت ہو نہیں سکتی بیاں
آنکھ شاکر ہے تو قاصر ہے زباں
ہر گھڑی رہتے ہیں جو اُس کے حضور
ہیں وہ نانک مردِ مومن، ذی شعور

اُن کی صحبت کر جہاں میں اختیار | بندگانِ حق پہ ہو دل سے نثار
زندگی میں جس کو یہ تمیز ہے | دینے والا ہے وہی ہر ایک شے
اُس کی صحبت ہے مسرت کا سبب | احتساب اُسکی زیارت کا سبب
چھوڑ کر ہر سعیِ باطل کا خیال | اُسکی خدمت سے ہو تو آسودہ حال

مُکتی مل جائے گی تجھ کو بالیقین
نانک اُس کے پاؤں پر رکھدے جبیں

شلوک

ذاتِ برحق کا جسے عرفان ہے | ہادیٔ برحق وہی انسان ہے

محوِ یادِ یار ہے جو ذی صفات
نانک اُس طالب کو ملتی ہے نجات

اشٹ پدی اٹھارھویں

ہادیٔ بے لوث ہے طالب نواز | بہرِ طالب اس کا سینہ ہے فراز
دُور کرتا ہے وہ اوہام مرید | اور مرید اُس سے ہے کامل پُر اُمید

طالب صادق کے دل سے رنج و غم — دُور کر دیتا ہے مُرشد ایک دم
ہلکا کر دیتا ہے تکلیفوں کا بار — اور کر دیتا ہے محوِ کردگار
کُل جہاں ہوتا ہے مُرشد سے نہال
نانک اُس کو ہے مُریدوں کا خیال

خانۂ مُرشد میں جس نے گھر کیا — عرصۂ دُنیا کو اُس نے سر کیا
اپنی ہستی سے سدا انکار ہو — اور دل میں جوشِ یادِ یار ہو
خود کو دستِ پیر پر بیعت کرے — ہر نتیجہ چھوڑ کر خدمت کرے
واصلِ حق ہے وہی سچّا مُرید — اور بر آتی ہے اُس کی ہر اُمید
جس پہ نانک ہو خُدا کی اک نظر
پائے مُرشد پر وہ رکھ دیتا ہے سر

بیخودی میں ہو جسے مُرشد سے پیار — ہے وہی مُرشد کی خوبی پر نثار
جس کے دل میں ہو جمالِ کردگار — ایسے مُرشد پر میں قُرباں لاکھ بار
بس وہی اک نعمتوں کی کان ہے — اپنے مالک کا اُسی کو گیان ہے
نُور میں مٹّی ہے اور مٹّی میں نُور — درحقیقت ایک ہے ذاتِ غفُور

ترک کر نانک بُرائی کا خیال
باعثِ عظمت ہے مُرشد کا وصال

ایسے مُرشد کی زیارت خوب ہے
جس کے دم سے اِتقا مجبوب ہے

اور قدمبوسی سے ملتی ہے نجات
پاک ہو جاتا ہے دامانِ حیات

رحمتِ مالک کا ہوتا ہے ظہور
درگہِ مالک میں جاتا ہے ضرور

قولِ مُرشد جانفزا سامع نواز
صبر کی تقلین۔ ترغیب نیاز

گر سمجھ لے کوئی مُرشد کا کلام
لب تک آجائے مئے عرفاں کا جام

آگیا محبوب کو جس کا خیال
مل گیا نانک اُسے جامِ وصال

لاکھ حمد اور اک زبانِ ناسپاس
وہ محیطِ کُل ہے بالائے قیاس

ماورائے عقل انسانی ہے وہ
لامکاں ہے اور لاثانی ہے وہ

کھانے پینے سے کہاں مطلب اُسے
ہر بشر کہتا ہے اپنا رب اُسے

حدِ امکاں میں کہاں اس کا مقام
بھیجتا ہے اُس پہ ہر عابد سلام

ایسے مُرشد پر نچھاور قلب و جاں!
جس کی شفقت سے ہے نانک مدح خواں

جس نے سمجھے ہیں حقیقت کے نکات — اُس کی ہستی کو میسّر ہے ثبات
جسکے دل میں شانِ حق کا ہے ظہور — موت کی منزل سے وہ کوسوں ہے دور
ذکرِ حق کرتا ہے وہ ہر صبح و شام — درسِ حق دیتا ہے طالب کو مُدام
رام کر سکتی نہیں لذّت اُسے — ذکر سے رہتی ہے محویت اُسے

دو جہاں میں وہ جلاتا ہے چراغ
کھائے گا نانکؔ وہ کیا حسرت کا داغ

ایسے ہادی سے ملی دل کو اماں — اور احساسِ قلق بھی اب کہاں
وہ کچھ ایسی بات سمجھاتا رہا — فرقِ ہست و نیست بھی جاتا رہا
اِس طرح نازل ہُوا اُس کا کرم — مٹ گیا دل سے ہجوم رنج و غم
جس کا بندہ تھا اُسی نے کی نظر — چشم ہادی نے بنایا حق نگر

موت کا اندیشۂ باطل گیا
زیست کا نانکؔ سہارا مل گیا

خود ہے نرگن خود گنوں کی کان ہے — خود وہ اپنے عاشقوں کی جان ہے
خود ہی مالک نے کیا اپنا ظہور — خود عطا کرتا ہے پاکیزہ شعور
اُس کا ہمسر، ہمنوا کوئی نہیں — دوسرا اُس کے سوا کوئی نہیں

عارفوں سے یہ حقیقت ہے عیاں　　مُنحصر ہے اُسکی قُدرت پہ جہاں
ہے وہی باغِ دوعالم کی بہار
ہے اُسی کے حسن پہ نانک نثار

شلوک

بعدِ رحلت ساتھ کچھ جاتا نہیں　　آخرت میں کوئی کام آتا نہیں
عشرتِ دُنیا کی خواہش ہے حرام
دولتِ حسنہ ہے نانک اُس کا نام

اشٹ پدی اُنیسویں

عارفوں کی ناز برداری ہے فرض　　اور خالق کی پرستاری ہے فرض
اُس کی رحمت پر بھروسہ چاہیئے　　وہ جو مل جائے تو پھر کیا چاہیئے
لائیے بزمِ تخیّل میں اُسے　　دیکھئے ہر خار ہر گُل میں اُسے
کم نہ ہو جائے کہیں یادِ حبیب　　ہے یہی بیدار فرمائے نصیب

عارفوں کا قول ہے رُوحِ صفات
نانک اُس سے مُسکراتی ہے حیات

جس خزانے کی تمنّا ہے ہمیں
حمدِ خالق سے وہ مِلتا ہے ہمیں
چاہتے ہیں ہم جہاں میں جو وقار
ذکرِ یزداں پر ہے اُس کا انحصار
ہم جہاں میں چاہتے ہیں جو سُرور
درحقیقت ہے وہ عارف کے حضُور
جو مرض ہے لاعلاج و لا دَوا
دُور کرتی ہے اُسے یادِ خُدا
ہے فزوں کُل نعمتوں سے نامِ حق
اِس سے مل جاتا ہے نانک جامِ حق

دِل سے اُس کی آرزو جانے نہ پائے
دِل میں دُنیا کی ہوس آنے نہ پائے
جسکے دل میں اُس کا جلوہ ہے نہاں
اُس کو پھر کیسا ضرر کیسا زیاں
آگ ہے کلجگ تو پانی ہے خُدا
ہر ملک ہر جن کا بانی ہے خُدا
عشقِ صادق ہے بہارِ کائنات
دُشمنِ اَوہام ۔ محبُوبِ حیات
اُس جگہ ہوتا ہے عابد جاگزیں
مَوت کا نانک جہاں خدشہ نہیں

آئینہ ہے مردِ مومن کا کلام
طالبِ دُنیا کی ہر کوشش ہے خام
ذکرِ حق سے مرگ و پیدائش کہاں
لذّتِ دُنیا کی آلائش کہاں
فیضِ مُرشد باعث آرام ہے
اور باقی اُس خُدا کا نام ہے
یُوں کہاں مِلتا ہے انسان کو قرار
پڑھ لیا ویدوں کو ہم نے لاکھ بار
دِل کو تڑپائے گی گر مالک کی یاد
پُوری ہو جائے گی نانکؔ ہر مُراد

ساتھ جائے گا نہ یہ مال و منال
کس لئے کرتا ہے تُو ان کا خیال
یہ اقارب یہ رفیقانِ کرام
وقتِ آخر چھوڑ جائیں گے تمام
سلطنت کا زعم، دولت کا خمار
کیا تجھے مل جائیگا اِن سے قرار
ہاتھی گھوڑوں پر تُو ہوتا ہے سوار
یہ تو اے غافل! ہے دو دن کی بہار
دائمی راحت وہی پہنچائے گا
نانکؔ اُس کو بھول کر پچھتائے گا

غور سے سُن مردِ مومن کا کلام
کس لئے حرص و ہوس کا ہے غلام
ہر نفس ہو لب پہ ذکرِ کردگار
تاکہ ہو تو پاک باطن، ذی شعار
اُس کے قدموں میں اگر لیگا پناہ
دُور ہو جائیں گے سب تیرے گناہ

ذکرِ حق سُننا سُنانا فرض ہے
نامِ حق پر سر جُھکانا فرض ہے
حق ہے اُس کا نام اُس کا اہتمام
دل ہے اُس کو یاد کر نانک مُدام

اُسکی بھگتی بُغض کو کرتی ہے دُور
غم شتابی ہے تو لاتی ہے سرور
ہو گیا گر اُس کی عظمت پر نثار
بزمِ ہستی میں رہے گا با وقار
ترک کر دے اپنی تدبیریں تمام
صحبتِ عارف سے رکھ دنیا میں کام
اُسکے سرمایہ سے تو بیوپار کر
رنگِ محفل سے ہمیشہ عار کر
وہ نثارِ فطرتِ معصوم ہے
جس کو نانک رازِ حق معلوم ہے

دل سے اُسکی کر پرستش صبح و شام
اور خم ہو کر تُو اس کو کر سلام
اُس کے گُن گاتا ہے تُو رات دن
اُس سے شرماتا ہے تُو رات دن
اپنی ہر تخلیق پر قادر ہے وہ
ہر جگہ پوشیدہ و ظاہر ہے وہ
عالمِ وحدت میں ہے اُس کا ظہور
اور کثرت میں بھی ہے اُسکا ہی نور
لطفِ مرشد سے ہے نانک یہ عیاں
جسم و جاں میں ہے وہی جلوہ کناں

شلوک

چلتا پھرتا آ گیا تیرے حضور بگڑی بن جائیگی اب میری ضرور
ہے یہی نانک کی تجھ سے التماس
کر مجھے محوِ ثنا۔ محوِ سپاس

اشٹ پدی بیسویں

اپنے سائل کو بھی تو خیرات دے صبر کی اور شکر کی سوغات دے
خاکِ پائے اہلِ عرفاں دے مجھے اور ثنا خوانی کا ارماں دے مجھے
دم بہ دم تیری ثنا خوانی کروں عارفوں کے سامنے پانی بھروں
تیرے قدموں سے محبت ہو مجھے عمر بھر تیری ضرورت ہو مجھے
تجھ سے دل کا حال کیا ہو آشکار
تیرا نانک صرف تجھ پر ہے نثار

رحمتِ خالق سے ملتا ہے قرار نیکدل ہوتا ہے بھگتی پہ نثار
کیفِ روحانی پہ جو مائل ہُوا عظمتِ یزداں کا وہ قائل ہُوا

خاک ڈالی اس نے محسوسات پر — ہوگیا عاشق خدا کی ذات پر
عاشقِ صادق کو دیدارِ حبیب — صُحبتِ عارف میں ہوتا ہے نصیب

زندگی میں گُن اُسی کے گائیے
نانک اُس کے نام سے سُکھ پائیے

ہوگئی عارف کی پوری ہر مُراد — اپنے ہادی پر تھا اس کو اعتماد
اپنے بندے پر ہُوا وہ مہرباں — اور بخشی اپنے سائے میں اماں
خواہشِ دُنیا مٹی . پائی نجات — ہوگیا شاداب گلزارِ حیات
آرزو پوری ہوئی آیا سُرور — دِل ہوا آغشتۂ سیلابِ نور

نانک اپنے حُسن پر مائل ہے کیا
اور اپنی ذات میں واصل ہے کیا

کیوں نہ اُسکی یاد ہو دل میں نہاں — جب ہے وہ مشکل کُشا روزی رساں
جانتا ہے جب وہ اپنا ہر عمل — جب مٹا دیتا ہے دردِ جانگسل
جب ہے وہ رُوحِ رَوانِ کائنات — بخش دیتا ہے وہ جب ہم کو نجات
آگ میں بھی جب بچاتا ہے ہمیں — جادۂ راسخ دِکھاتا ہے ہمیں

مضطرب رکھتی ہے اُس کی آرزو
اِس لئے ناؔنک ہے وقفِ جستجو

زندگی میں اے بشر! اک کام کر
خود کو قرباں کر خُدا کے نام پر
ہر کس و ناکس کا خیر اندیش بن
اُسکی عزّت کر، عبادت کیش بن
دوسروں کو بھی یہی ترغیب دے
تاکہ ہر انسان اُس کا نام لے
ورنہ مِٹ جائیگی دُنیائے نشاط
ہے وہی آئینہ دارِ انبساط
جس سے تابندہ ہے ہستی کی سحر
ناؔنک اس بحرِ سخا کو یاد کر

پریم میں ڈوبا تو چکھا پریم رس
پریم ہی دل سے مٹاتا ہے ہوس
دیدِ خالق سے مِلا صبر و قرار
دل میں آئی فیض مُرشد سے بہار
سینۂ عارف میں ہے طوفانِ نورُ
ذی نظر رہتا ہے عارف کے حضور
دے مجھے توفیق اے جانِ سکوں
فضلِ مرشد سے میں تیرا نام لوں
کیا کھُلے اُس کی ستائش میں زباں
سب میں ہے ناؔنک وہی جلوہ کُناں

بحرِ ہستی کا کنارا ہے وہی — بے سہاروں کا سہارا ہے وہی
ہے وہی بس لاشریک و لازوال — ہے وہی اِک ذوالمنن اور ذوالجلال
بھگت وتسل۔ دُکھ نوارن ہے وہی — پریم ساگر۔ پریم درپن ہے وہی
اہلِ حاجت کا ہے وہ حاجت روا — اُسکو کہنا چاہیئے مشکل کُشا

اور ہم بے دین و بے نیل و مرام
سایۂ رحمت میں ہیں نانکؔ مدام

یاد خالق جس نے کی ہے لمحہ بھر — پھر وہ اِس دُنیا سے کیا لے کا اثر
ذکرِ مالک پہ ہے جس کا دل نثار — اُسکو حاصل ہے شہنشاہی وقار
صرفِ ذکرِ یار ہے جسکی زباں — مِل گئی اُس کو بہر صورت اماں
قولِ مرشد جس کے دلمیں ہے مکیں — وہ امیرِ کارواں ہے بالیقیں

صُحبتِ عارف ملے ہم کو ضرور
تاکہ ہو نانکؔ مسرت کا ظہور

شلوک

باصفت اور بے صفت ہے آپ وہ — آپ ہی کرتا ہے اپنا جاپ وہ

سکھ منی صاحب۔

کُل خلائق کا وہ مالک وہ غفور
ماسوا کا نام تک جس سے ہے دُور

اشٹ پدی اکیسویں

جب ہے وہ امکانِ انسانی سے دُور — کسلئے پھر خیر و شر کا ہے ظہور؟
جب نہ تھی اُسکی جلالت آشکار — کس پہ تھا پھر دشمنی کا انحصار
جلوہ افگن تھا نہ جب اُسکا جمال — کس کا دل تھا پھر گرفتارِ ملال
ہے وہی جب کارفرمائے جہاں — پھر سرورِ اُلفتِ باطل کہاں

خود ہی نوشہ خود ہی وہ اپنی برات
غیر پھر کیوں کر ہے نانک اُسکی ذات

ہے وہی جب ایک مالک ایک ذات — کس لئے محسوب ہو قید و نجات
ہر جگہ جب خود ہی وہ موجود ہے — دوزخ و جنت ہیں پھر کس کیلئے
کارفرما جب ہے خود وہ بے نشاں — پھر یہ دیوی دیوتا آخر کہاں
ہے وہی جب ہر جگہ جلوہ کُناں — دہشت و ہمت کا پھر چرچا کہاں

ہے اُسی کی ذات بالائے قیاس
نانک اُس تک کب پہنچتے ہیں حواس

ہے جہاں وہ لازوال ولامکاں
ذکرِ مرگ وزیست پھر کیسا وہاں
سایہ افگن ہے جب اس مالک کی ذات
پھر کہاں ہے غلبۂ موت وحیات
ہر جگہ قائم ہے جب اُسکی جناب
کون کس سے پوچھتا ہے پھر حساب
ہر جگہ جب خود ہی وہ آباد ہے
کون پھر پابند کون آزاد ہے

بسکہ سب کا رہنے والا ہے وہی
نانک آنکھوں کا اُجالا ہے وہی

وہ پرم پرمیشور - پروردگار
صاف کرتا ہے کدورت کا غبار
ہے جہاں وہ لامکان ولاکلام
ہے وہاں پھر کون نخوت کا غلام
جلوہ گر ہے صورتِ مالک جہاں
کون ہے عیبوں کا بندہ پھر وہاں
ہر جگہ جب ہے وہی ذاتِ کبیر
پھر وہاں ہے کون مفلس کون امیر

فاعلِ مطلق وہی ہے کردگار
نانک اُس کی مقدرت کا کیا شمار

جلوہ فرما جب وہی ہر جائی ہے | کون پھر ماں باپ بیٹا بھائی ہے
اُسکے قبضے میں ہے جب کُل اقتدار | پھر کتاب آسمانی کا وقار
ہر جگہ ظاہر ہے جب اُس کا ہی گُن | کیا ہے پھر اچھا شگن اور بد شگن
ہے وہی جب ناز فرمائے نیاز | خادم و آقا میں پھر کیا امتیاز

اُسکی قدرت دیکھ کر گُم ہیں قیاس
آپ ہے وہ خود سے نانک روشناس

وہ محافظ اور منوّر ہے جہاں | کس کو ہوتا ہے غمِ باطل وہاں
آپ ہے وہ اپنی خلقت کا امیں | یونکہ ست رج تم وہاں دخل نہیں
ذاتِ واحد جلوہ فرما ہے جہاں | کیا ہے پھر یہ فکر و بے فکری وہاں
بے نقاب اُس کے جہاں اسرار ہیں | قاری و سامع وہاں بے کار ہیں

بس کہ ہے نانک وہی اِک باکمال
نانک اُس پر ہی عیاں ہے اُسکا حال

آپ ہی اُس نے بنائی کائنات | اور ست، رج، تم کو دی شکلِ حیات
خیر و شر کو پھر کیا صرفِ جہاں | اور واعظ کو دیا حسنِ گماں
نقشۂ جنت دکھاتا ہے کوئی | نارِ دوزخ سے ڈراتا ہے کوئی

اور دیتا ہے کوئی رنج وطرب نیز بنتا ہے کوئی دکھ کا سبب
خود تماشہ خود تماشہ گر ہے وہ
نانک اپنے کھیل کا مظہر ہے وہ

وہم سے آگے محبّت ہے جہاں خود ہی وہ دلدار و دلبر ہے وہاں
اور کثرت کا جہاں اجمال ہے عارفوں کا اُس جگہ اقبال ہے
ہر نگارش، ہر صفت، ہر نوعیت ہے اُسی کے ہاتھ میں کل مملکت
ہے سزاوار اپنی عزّت کا وہی اور خزانہ ہے مسرّت کا وہی
لذّتوں سے شاد بھی اور دُور بھی نیز اپنے کھیل میں مسُرور بھی
بعض کو دیتا ہے کھیلوں کا شعور بخشتا ہے بعض کو اپنا سُرور
بات کہتا ہے وہی منہ سے سدا
کہلواتا ہے جو نانک سے خدا

شلوک

اے سُرورِ جاوداں! اے مہرباں ہے تو ہی ہر ذرّہ میں جلوہ کُناں

تیری وحدت سے ہے کثرت آشکار
ہے توہی نانک حقیقی شہر یار

اشٹ پدی بائیسویں

خود کلیم و خود سمیع و خود نعیم
خود کریم و خود رحیم و خود حکیم
اُس کی خواہش سے بنی ہے کائنات
منحصر ہے اُسکی مرضی پر حیات
میرے مالک! ہے توہی سب میں نہاں
تیری حکمت سے ہی سب کچھ ہے عیاں
جس پہ تو کردے حقائق آشکار
ہے وہی تیری اداؤں پر نثار
دیکھتا ہے وہ بہ چشم حق نگر
نانک اُس کے ہاتھ ہے فتح و ظفر

ہیں اُسی کے قبضے میں کُل جاندار
غم نصیبوں کا وہی ہے غم گسار
جس کا مونس ہے وہ رزاقِ جہاں
کب پہنچتا ہے اُسے کوئی زیاں
اور جس انساں پہ نازل ہے عتاب
وہ زمانے بھر میں ہوتا ہے خراب
کوئی اُس کو چھوڑ کر جائے کہاں
دونوں عالم پہ ہے وہ سایہ کناں

مصدرِ اوصاف ہے وہ کردگار
نانکؔ اُس کی ذاتِ اقدس پر نثار

ہے وہی سب سے الگ سب میں نہاں
اور سب پر اِک وہی ہے مہرباں
اپنی ہر صنعت سے خود محرم ہے وہ
اور ہر جاندار کا ہمدم ہے وہ
پرورش کرتا ہے ہر جاندار کی
جان ہے ہر بیکس و مختار کی
بخشتا ہے آپ وہ اپنا وصال
لیکن آئے تو سہی اس کا خیال
عابدوں کا دل ہے محوِ یادِ یار
نانکؔ اُس کی شانِ یکتا پر نثار

نیک و بد کی ہے یہاں جس کو تمیز
کامیابی اُس کے در کی ہے کنیز
فرض ہے ہر آدمی پر بندگی
معرفت ہے مخزنِ نورِ سندگی
لامکاں کا جس کے دل میں ہے مکاں
مل گئی اس کو بُرائی سے اماں
پاؤں چھوتا ہے وہ مرشد کے مُدام
اور ہے دونوں جہاں میں شادکام
فکر سے بالا ہے اُس کی برتری
مٹ بھی جائے نانکؔ اپنی خودسری

صحبت عارف میں شرکت چاہیئے ذکرِ حق. فکرِ ریاضت چاہیئے
فکر کے لائق ہے ذکرِ کردگار جسم انساں کب ملے گا بار بار
گیت اُس کے پریم کا گایا بھی ہے آمد و شُد کا خیال آیا بھی ہے
اُسکو اپنے پاس دیکھا ہے کبھی زندگی کا راز سمجھا ہے کبھی
مرشدِ کامل پہ رکھ تو اعتماد
پوری ہو جائے گی نانک ہر مُراد

دل میں اُترے گا اگر اندازِ یار دونوں عالم پہ رہے گا اختیار
مُرشدوں کا قول ہے حق العباد اور اگر اس قول پہ ہے اعتماد
معرفت کی راہ حاصل ہو گئی زندگی وحدت پہ مائل ہو گئی
بس گئی دل میں اگر دلبر کی یاد بن گئی تقدیر. بر آئی مُراد
ہو نکو کاری کا حاصل ہر نفس
کیجئے نانک نہ جینے کی ہوس

کوئی اُس سے دُور جائیگا کہاں ہے اُسی کے سایہ میں امن واماں
یادِ خالق میں اگر کھو جائے گا خوف کا عالم فنا ہو جائے گا
باعثِ توقیر ہے اُس کا کرم وہ معاون ہے تو پھر کیسا اَلم

نخوت و پندار و تمکین و غرور　　فضلِ یزدانی سے ہو جاتے ہیں دُور
جس گدائے حق پہ ہے لطفِ حبیب
نانک اُس کو فتحمندی ہے نصیب

اہلِ دل اہلِ نظر کے التفات　　ہیں یقیناً مشعلِ راہِ نجات
اپنی تعریفوں پہ جو نازاں نہیں　　اُسکو پا لینا بہت آساں نہیں
یُوں کہ وہ نقشِ جمالِ یار ہے　　بندۂ بے دام ہے دیندار ہے
وہ جہاں پرور ہے سب پہ مہرباں　　اور سب میں اُسکی صورت ہے نہاں
جو ہے عارف مردِ زیرک ہے وہی
زندۂ جاوید نانک ہے وہی

شلوک

مُرشدِ کامل نے وہ سُرما دیا　　جس نے ہر سُو نور سا برسا دیا
فضلِ مالک سے ہوئے مُرشد کے دید
بندھ گئی نانک مسرت کی اُمید

اشٹ پدی تیئیسویں

خدمتِ عارف میں پہچانا اُسے
غمگسارِ اہلِ غم جانا اُسے

یہ زمین و آسمان و کردگار
مختلف اشکال میں ہیں آشکار

ہر مقام و نعمت و حسن و جمال
ہے اُسی کا نام اُسی کا ہے کمال

ہے تنِ انساں میں اُسکا ہی قیام
ہر زباں پر ہے اُسی محسن کا نام

اُس نے جس کو قوّتِ بینائی دی
نانک اُس کی حوصلہ افزائی کی

ظاہر و باطن میں پنہاں ہے وہی
ذرّے ذرّے میں درخشاں ہے وہی

مختلف انداز میں وہ ہے عیاں
سبکا مونس سبکا ہے روزی رساں

کوہ میں جنگل میں اور خاشاک میں
ہے وہی دانائی میں ادراک میں

آتش و آب و ہوا میں ہے وہی
طبقۂ ارض و سما میں ہے وہی

ذاتِ حق سے کوئی شے باہر نہیں
پائے عارف پر جھکا نانک جبیں

یہ حقیقت ہم پہ ویدوں سے کھُلی
چاند سورج کی چمک میں ہے وہی

چاہیئے اُس کیلئے ذوقِ سجود　　لغزشوں سے پاک ہے اُسکا وجود
اپنی قدرت سے وہ خود کرتا ہے کھیل　　اُس سے کیا ہوگا کسی قیمت پہ میل
چاند تاروں میں اُسی کا نور ہے　　دیدہ و دل سے کہاں وہ دُور ہے

وہم پر قائم نہیں جس کی مُراد!
نانک اُس کا ہے یہ پختہ اعتقاد

آنکھ میں پنہاں اُسی کا نور ہے　　دِل اُسی کے حسن سے معمور ہے
نیک بندے سُنتے ہیں باتیں مدام　　نیک باتوں کا ہے اُن کو احترام
جس نے دیکھا ہے جمالِ کردگار　　ہوگیا ہے معرفت اُس کا شعار
عارفوں کی بات حق آموز ہے　　جو نمایاں ہے وہ حسن افروز ہے

ہے وہی کون و مکاں میں جلوہ بار
نانک اُس کے حسن پر ہیں سب نثار

وہ بھی حق ہے اُس کی صنعت بھی ہے حق　　ہے اُسی مالک سے روشن ہر طبق
دہر میں اپنی خوشی سے ہے عیاں　　ورنہ ہے وہ لاشریک و لامکاں
اُسکی لیلا کا کسے ہوتا ہے گیان　　شانتی کا بس وہی دیتا ہے دان
اُس صنم سے کون ہے نزدیک دُور　　ذرّے ذرّے میں اُسی کا ہے ظہور

جس کو دیتا ہے وہ حسنِ امتیاز
نانک اُس پر کھولتا ہے اپنا راز

کُل عناصر میں اُسی کا ہے ظہور
ہے وہی دُنیا کی کُل آنکھوں کا نور
ہر وجودِ دہر ہے اُس کا مکاں
اور ہر عارف ہے اُسکا مدح خواں
مرنا جینا کھیل ہے اس کیلئے
رازِ قدرت منکشف اُس نے کئے
سب میں ہے وہ اور ہے سب سے جُدا
خود ہی کرتا ہے جو کرتا ہے خدا
اُس کے تابع ہیں سدا مرگ و حیات
خود ہی نانک بخشتا ہے وہ نجات

اُسکی ہر صنعت پہ عاشق ہے جہاں
ہے وہی بس زینتِ کون و مکاں
وہ بھی اور اُس کا عمل بھی ہے کمال
جانتا ہے خود وہ اپنے دل کا حال
خود وہ حق ہے اور حق ہے کائنات
اُس کے ہر ذرّہ کو حاصل ہے حیات
اُسکی حکمت اُسکی قدرت لابیاں
غیر کوئی ہو تو پائے کچھ نشاں
خوبیٔ مرشد اگر مرغوب ہے
نانک اُس کی ہر ادا محبوب ہے

ہے حقیقت آشنا آرام سے
کام رکھتا ہے وہ اُسکے نام سے

اُس پہ قرباں ہے فضائے کائنات
جیتے جی ملتی ہے عابد کو نجات

اُس سمجھدار آدمی کو آفریں
جس سے دُنیا کو کوئی خدشہ نہیں

ہے غنیمت ایسے انساں کا وجُود
اُس سے دل ہوتا ہے شیدائے سجُود

مطمئن ہے اُس سے سب کی زندگی
نانکؔ ایسے نیک دل کو بندگی

شلوک

ہم مناجات اُسکی کرتے ہیں مُدام
جو مقدس اور ہے جو لا کلام

اور اُسی مالک کے ہیں ہم مدح خواں
نانکؔ اُس کا پا لیا ہم نے نشاں

اشٹ پدی چوبیسویں

جان و دل سے راہِ مُرشد پر چلو
عظمتِ خالق پہ کچھ منہ سے کہو،

محو اُسکی یاد میں ہو جاؤ تم
اُسکی بزم آرائی میں کھو جاؤ تم

عالمِ فانی کی خواہش چھوڑ دو
صحبتِ عارف سے رشتہ جوڑ لو
اور سمجھو گلشنِ دنیا کو تم
پار کر لو آگ کے دریا کو تم
آؤ زیرِ سایۂ لطفِ تمام
مرشدِ حق کو کرو نانک سلام

صحبتِ عارف میں اُسکی بندگی
ہے یقیناً باعثِ خورسندگی
چھوڑ دو بدکاریاں۔ پاؤ نجات
حمدِ خالق سے ہے تسکینِ حیات
جان و دل سے اُسپہ ہو جاؤ نثار
جس صنم کی صورتیں ہیں بے شمار
جو دل و دلبر ہے موجودات کا
ٹالنے والا ہے جو آفات کا
کر دو اُس کی نذر تم ارمان و دل
ہے وہی نانک بہارِ جان و دل

عارفِ کامل کے یہ اشعار ہیں
لعل و گوہر ہیں درِ شہوار ہیں
ان کی خوبی مطلعِ انوار ہے
اِن کی برکت سے کسے انکار ہے
ہو گیا اِن کا جس انساں پر اثر
کر لیا طے اُس نے ہستی کا سفر
اور من و تو سے ہوا جو بے نیاز
جُھک گیا اُسکی حقیقت پہ مجاز

ہے جبینِ عارفِ کامل پہ نُور
صحبتِ عارف میں نانک ہے سرُور

مل گئی ہادی کے قدموں میں پناہ
اور ہے یہ برکتِ حسنِ نگاہ
ہو گیا پندار کا قصہ تمام
بن گئے خاکِ کفِ پائے عوام
یُوں کہ اُس کا ذکر۔ اُسکا احترام
خدمتِ عارف میں کرتے ہیں مُدام
مُرشدِ پاکیزہ دل خوش ہو گیا
اور مُریدِ انوارِ حق میں کھو گیا

اُس نے فرمایا ہے ہم پر التفات
مل گئی نانک غریبوں کو نجات

دوستو! تُم اُس سے رکھو ارتباط
ہے اسی پر مُنحصر دَورِ نشاط
واقعی ہے یادِ خالق سُکھ منی
جسکے دل میں ہے یہ ہیرے کی کَنی
بندۂ حق بندۂ عرفاں ہے وہ
زندگی میں ہر طرح شاداں ہے وہ
جلوہ گر ہوتا ہے مثلِ آفتاب
اور تناسخ کا نہیں رہتا عذاب

ہر بُرائی سے وہی رہتا ہے دُور
جس کو نانک ہے عبادت کا سرُور

عشرت و آرام و تسکین و قرار
عزت و تکریم و جاہ و اقتدار

اِن کا مالک ہے فقط طاعت گزار
اور جو دل سے سُکھ منی پہ ہے نثار

پریم بھگتی بھاؤ اور چاروں پدارتھ
یوگ اور نشکام سیوا اور پتھارتھ

بھائی چارہ اور مساواتِ نظر
اور ہنر مندی و اعزاز و اثر

اِن سے وہ مانوس ہے جو ذی شعار
ہو گیا ارشادِ نانک پر نثار

سُکھ منی پر جو ہمیشہ ہے نثار
کُھل گیا اُس کیلئے مُکتی کا دُوار

سُکھ منی ہے درحقیقت وہ کلام
جس میں پوشیدہ ہے رُوحانی مقام

اس میں لاثانی حقیقت ہے بیاں
اور ہے ہر دھرم کی رُوحِ رواں

جنکے لب پہ نقش ہے مالک کا نام
اُنکی خدمت سے ملا وحدت کا جام

جن کو مالک کی عنایت ہے نصیب
نانک آتے ہیں وہی اُنکے قریب

سُکھ منی جس کیلئے ہے پُر اثر
جُھک گیا اُس کا درِ مالک پہ سر

ہو گیا قیدِ تناسخ سے رہا
مل گیا اُس کو عبادت کا مزا

حُرمت و تکریم و تقدیس و کلام
اُس کی بیداری پہ قرباں ہیں مدام

سنت یا عارف ہے اُس ہستی کا نام　　　ہو گیا اُس کے دکھوں کا اختتام
بارگاہِ حق میں وہ عالی شعار
نانک اہلِ فخر ہے اہل وقار

حرفِ آخر

آفتاب کو یہ آرزو کہاں کہ اُس کی درخشانیوں کا کوئی مشاہدہ کرتا ہے یا نہیں۔ وہ تو اپنی حیات ساماں ضیا باریوں سے تمام کائنات کو فیض پہنچانا چاہتا ہے۔

اسی طرح نباضِ فطرت اور نکتہ شناس شاعر تحسین و ستائش سے اور ہجو ملیح سے بلند رہتا ہے۔ فطرت نے شاعر کے قلب کو جو دائمی سوز اور پیام رسانی کا لافانی ارمان عطا کیا ہے وہی اُس کی حیات ہے اور وہی اس کی ثبات ہے

مجھے فطرت نے بھیجا ہے یہاں اپنی زباں دیکر
ستم خوردہ تمناؤں کی اک طرزِ بیاں دیکر

لیکن شاعر کسی کے التفات کو نہ فراموش کر سکتا ہے نہ نظر انداز۔ یوں کہ وہ انتہائی حساس اور آسودہ خاطر ہوتا ہے اور لطیف جذبات کے لازوال طوفانوں میں غرق رہتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس ایڈیشن کے سرپرستوں

کا میں ممنون ہوں اور اظہارِ تشکّر پہ مائل۔

محکمۂ تعلیم حکومتِ پنجاب نے پندرہ سو روپے عنایت کئے ہیں لہٰذا میں اس محکمہ کا اور محکمۂ خزانہ کے ارباب بست و کُشاد کا دل سے شُکر گزار ہوں۔ نیز انفرادی طور پہ جو اہلِ نظر دستِ تعاون بڑھاتے رہے ہیں اُن سے بھی اعتقاد رکھتا ہوں۔ مثلاً:۔

شری راجندر کمار جین چیرمین دلی فلور ملز لمیٹڈ دلّی۔

لالہ کرپا نرائن رئیس دلی

شری امر چند جالان۔ مینجنگ ڈائریکٹر فلمستان

بھائی موہن سنگھ میونسپل کمشنر نئی دلّی

سردار مہربان سنگھ دھوپیہ آنریری مجسٹریٹ

لالہ کمل پرشاد مینجنگ ڈائریکٹر لارڈ کرشنا شوگر مل سہارنپور

سردار پرتاپ سنگھ ایم۔ اے، بلڈر اور گورنمنٹ کنٹریکٹر دلّی

کنور شمشیر سنگھ انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب

اور

ادب دوست میجر جنرل شری بی۔ ایم کول انبالہ چھاؤنی

نیز

بریگیڈیر سردار انوپ سنگھ

(بسمل)